قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المُرشِد

اگست 1998

لاہور

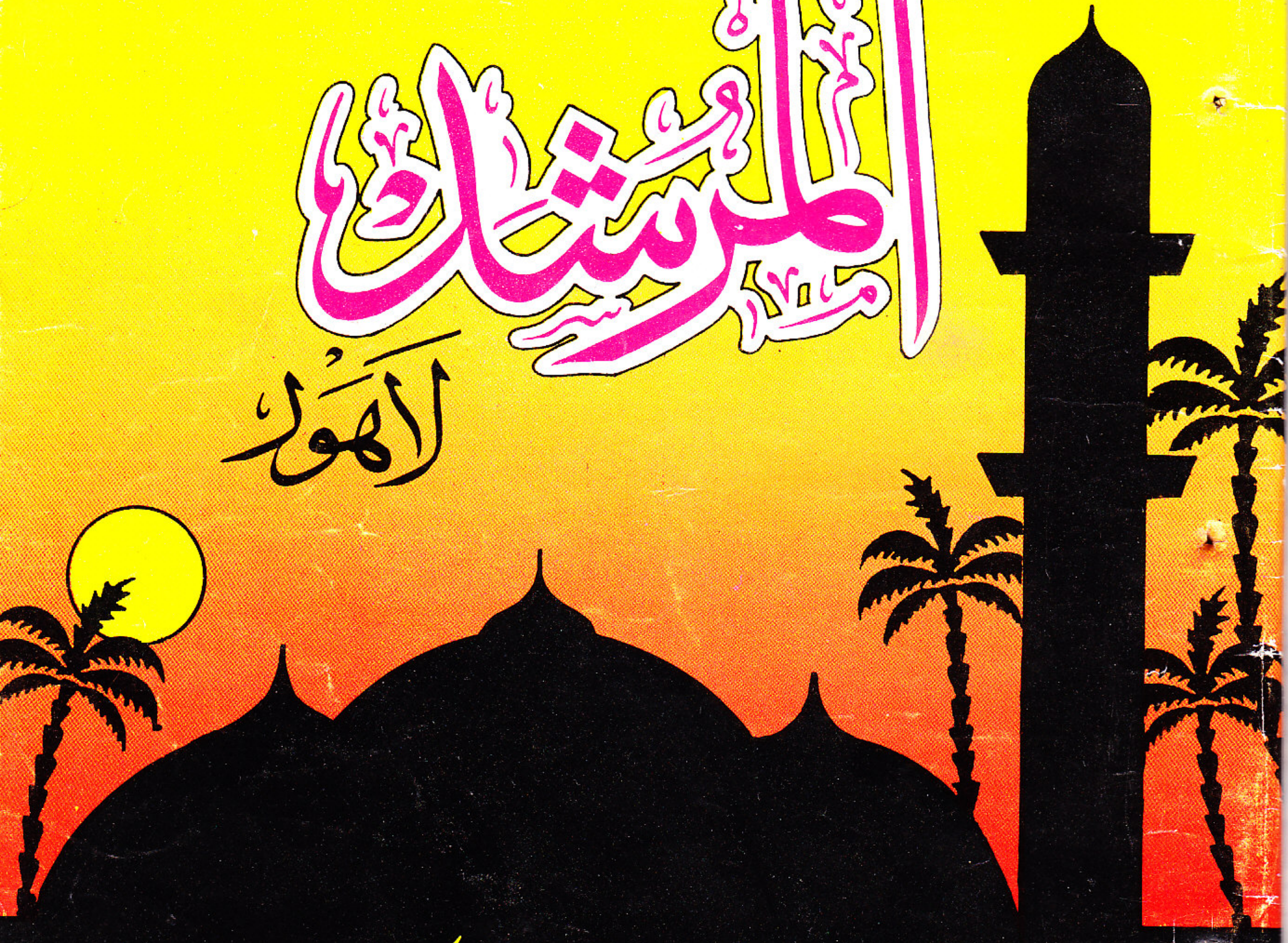

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اداریہ

انسانیت کو جس ظالمانہ نظام کے پنجے سے چھڑانے کے لئے نبی اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے اسی نظام کو جاری وساری رکھنے کے لئے ہمارے ارباب بست وکشاد نے دن رات ایک کیا ہوا ہے ہماری سب سیاسی اور مذہبی جماعتیں اس جرم میں برابر کی شریک رہی ہیں۔

مقتدر سیاسی جماعتوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اسلام کے نظام معیشت 'نظام عدل' اور دیگر شعبہ جات کو ناقابل عمل اور نقصان دہ سمجھتی ہیں۔ مذہبی جماعتوں نے ان کے ساتھ الحاق کرکے ان کے اسی نظریہ کو تقویت دی اور کافرانہ نظام کی طوالت میں بھرپور ساتھ دیا البتہ اپنی علیحدہ شناخت کو برقرار رکھنے کے لئے اسلامی نظام کے زبانی مطالبات بھی جاری رکھے۔ اکثر علمائے کرام بھی کسی سے پیچھے نہ رہے ان کے فتاویٰ نے کہ "مجبوری میں جھوٹ بولنا جائز ہے" "رشوت دینا جائز ہے سودی معیشت بھی جائز ہے" مسلمانوں کی اصل جدوجہد کا راستہ بند کردیا۔

حقیقت میں جب کوئی آدمی اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے اندر ایک دھماکہ ہوتا ہے روشنی اور نور کا دھماکہ --- جہالت کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے اچھائی اور برائی کا معیار بدل جاتا ہے کھانا' پینا' اٹھنا بیٹھنا' پہلے جیسا نہیں رہتا۔ اس کے شب وروز بدل جاتے ہیں اس کی دنیا بدل جاتی ہے' جہان بدل جاتا ہے' مگر یہ سب تبدیلیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب آدمی سوچ سمجھ کر اسلام کو قبول کرتا ہے۔ دیکھ پرکھ کر' جان بوجھ کر اس کو Adop کرتا ہے وہ وراثتی مسلمانوں کی طرح نہیں ہوتا کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوگئے لہٰذا ہم مسلمان ہیں خواہ اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات بھی نہ رکھتے ہوں۔

اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے دین اسلام کو 'سمجھا' پرکھا' جانا' انہوں نے اپنی جانوں کو جوکھوں میں ڈال کر بھی اس پر عمل کیا یہ وہی دین ہے۔ جس پر عمل کرنے والے ہمارے اکابرین نے دنیا کی تاریخ بدل دی حتیٰ کہ دنیا کا جغرافیہ بدل دیا۔

لیکن وہ ہم جیسے مسلمان نہیں تھے کہ جنہیں سودی نظام بھی گوارا ہو' رشوت کو بھی جائز قرار دیں' عدل کا کافرانہ نظام بھی جاری رہے۔ بے حیائی اور عریانی بھی سرکاری سرپرستی میں ہوتی رہے' شراب کے پرمٹ بٹتے رہیں' تھانے نیلام ہوتے رہیں بلکہ وہ' وہ مسلمان تھے' جنہوں نے حضرت عمرؓ کے استفسار پر تلوار میان سے باہر نکال کر کہا تھا کہ اگر آپ صراط مستقیم سے ذرا ادھر ادھر ہوئے تو ہم آپ کو سیدھا کردیں گے۔

آج پھر اسی ایمان' اسی لب ولہجے کی ضرورت ہے یہ سعادت کسے نصیب ہوتی ہے قطع نظر اس کے اہل نظر بتا رہے ہیں کہ 1999ء کا سورج اسلامی حکومت پر طلوع ہوگا۔ ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم حالات پر گہری نگاہ رکھیں تاکہ آواز پڑنے پر لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے کسی سے پیچھے نہ رہیں' ورنہ نفاذ اسلام تو ہو کر ہی رہیگا' یہ دھماکہ اب رکنے کا نہیں ہے۔

سرفراز

ھدیٰ

(حضرت مولانا محمد اکرم اعوان بمقام دارالعرفان سالانہ منارہ مورخہ 97-8-1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ یریدون ان یطفو نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون○ وھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون

جس قدر بھی باطل مذاہب ہیں۔ ان سب میں ایک مشترک قدر یہ ہے کہ وہ ذہین لوگ جو نفسیات انسانی سے فائدہ اٹھانے کا شعور رکھتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کو اپنے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بناتے ہیں۔ تمام باطل مذاہب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دنیاوی فوائد کا لالچ دیتے ہیں۔ رسومات' عبادات کے نام پہ کی جاتی ہیں۔ پھر اس کے ساتھ مالی قربانیوں کی باری آتی ہے۔ لوگوں کی جانیں لی جاتی ہیں۔ آبرو لوٹی جاتی ہے۔ مال بھی انہی سے لیا جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارا دنیوی فائدہ ہو جائے گا۔ سب کا تھیم یہی ہے وہ سورج کے پجاری ہوں یا بتوں کے ہوں یا آگ کے۔ اللہ کے سوا غیر اللہ کو پوجنے والے تمام باطل مذاہب کا Basic Theme جو ہے وہ یہی ہے یہ تھیم انہیں اس جگہ سے ملا کہ انسان کے مزاج میں تخلیقی طور پر اللہ نے مذہب کا خانہ پیدا کر دیا ہے۔ آپ کہیں بھی چلے جائیں آپ دیکھیں گے کہ انسان اچھی غذا کے بغیر رہ سکتا ہے' دوا کے بغیر رہ سکتا ہے' مکان کے بغیر رہ سکتا ہے حتیٰ کہ جنگلوں میں کپڑوں کے بغیر رہ سکتا ہے مگر یہ آپ کو کہیں دیکھنے میں نہیں ملے گا کہ انسان کہیں مذہب کے بغیر جی رہا ہو۔ مذہب کے نام پر کچھ نہ کچھ رسومات' وہ نیوگنی کے جنگلی ہوں یا افریقہ کے وحشی' پہاڑی علاقوں میں رہنے والے ہوں یا میدانوں اور صحراؤں کے باسی' انہیں کچھ پڑھنا لکھنا آتا ہے یا نہیں' ان کے پاس کچھ اوڑھنے بچھونے کو ہے یا نہیں' انہوں نے مذہب کے نام پر کچھ نہ کچھ رسومات ضرور اپنا رکھی ہوں گی اس لئے کہ مذہب تخلیقی طور پر انسانی مزاج میں موجود ہے اور ہر انسان کے مزاج میں یہی وہ شے ہے جو اسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تک اور انبیاء کی معرفت ذات باری تک لے جانے کا سبب بنتی ہے۔ کسی بھی انسان کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ مذہب کی کیا ضرورت ہے اور یہ غیر ضروری ہے۔ بلکہ کسی مذہب کو نہ ماننا بھی ایک مذہب ہے یہ بھی ایک مذہب ہے کہ میں کسی مذہب کو نہیں مانتا۔ وہ جیسے شاعر نے کہا تھا نا۔ جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ کم از کم کچھ نہ کرنے کا کمال تو کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ نہ ماننا بھی اپنی ایک سوچ کا راستہ ہے اور اس کو مذہب کہتے ہیں یہ تلاش' اگر اسے صحیح استعمال کیا جائے تو یہ بندے کو اللہ کے نبی' اللہ کے رسول تک لے جاتی ہے۔ اس سے نیچے اس کی تشفی نہیں ہوتی لیکن انسان جب دنیا میں الجھ جاتا ہے اور اس جستجو کی اہمیت کھو دیتا ہے تو پھر وہ خانہ پری کرتا ہے۔ چونکہ خانہ تو ہے تو پھر جہاں کسی نے کوئی رسم بنا دی' کسی نے کوئی طریقہ بتا دیا وہ وہاں سجا دیا اس خانے میں۔ اس نے کہا چلو کام ہو گیا اب اس میں سال بعد شیرینی دے دی' قربانی دے دی' کوئی دنبہ بکرا چڑھا دیا۔ کہیں کوئی اچھل کود کر کے کوئی رسم پوری کر لی اور کہا چلو جی یہ ہو گیا۔

انسان کی اس فطری جبلت کو شاطر اور عیار لوگوں نے اس کی ذاتی ضروریات کے ساتھ جوڑ دیا۔ جہاں پہلے گنجائش موجود تھی وہاں انہوں نے رسومات رکھ دیں کہ جناب اس بات کی بھینٹ چڑھاؤ' بیمار ٹھیک ہو جائے گا۔ جب سورج نکل رہا ہو تو یوں اس طرح سے سات چکر لگاؤ' اس طرف سات قدم اٹھاؤ' یہ کرو وہ کرو بیمار ٹھیک ہو جائے گا۔ روزگار میں برکت ہوگی آگ کو سجدہ کرو' فلاں کو پوجو فلاں کا ورد کرو' یہ کھو وہ کرو پھر چڑھاوے چڑھاؤ تو اس سے صحت ہوگی' اولاد ہوگی' کاروبار میں ترقی ہوگی۔ دنیاوی امور اس سے وابستہ کرتے چلے گئے۔ جو خوش نصیب انبیاء تک پہنچے' اللہ کے رسولوں نے انہیں بڑی سادہ سی بات بتائی کہ اللہ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے اس مخلوق کے رہنے بسنے کا نظام طے کر

لیا تھا' تمہارا رزق مقدر ہے کسی کو زیادہ کسی کو کم اور یہ اس کی آزمائش ہے۔ کسی کو اس طرح آزماتا ہے کہ اسے بے شمار دولت' بے شمار نعمتیں اور بے شمار عہدے دے دیتا ہے۔ کسی کی آزمائش اس طرح سے ہے کہ اس پر رزق کی تنگی بھیج دیتا ہے' صحت کم کر دیتا ہے' کاروبار میں کمی آجاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ بندہ ان سب باتوں سے بالاتر ہو کر اللہ کی طرف بڑھتا رہتا ہے یا ان میں کھو کر اللہ کو بھول جاتا ہے۔

کسی نبی نے یہ نہیں کہا کہ نمازی کو رزق زیادہ ملے گا اور بے نماز بھوکا مرجائے گا۔ کسی رسول نے یہ نہیں کہا کہ مومن کو حکومت مل جائے گی اور کافر دنیا سے راندہ جائے گا بلکہ اس کے رسول ﷺ نے تو یہ فرمایا کہ دنیا اور دنیا کی دولت کی قیمت اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اللہ کے نزدیک ہوتی تو کافر ایک گھونٹ پانی کو بھی ترستا رہتا اور اسے کچھ بھی نہ ملتا لہٰذا اگر کافر پر بھی عام کر دی تو اس کا مطلب ہے اللہ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تو فرش پر بھی وہ قالین ہوں جس پر ٹخنوں تک پاؤں دھنس جائیں اور محمد رسول اللہ ﷺ خالی بان کی چارپائی پر سوئیں اور جب آپ ﷺ آرام فرما کر اٹھیں تو بان کے نشان جسم اطہر میں پیوست ہوں تو دولت دنیا اگر اتنی محبوب ہوتی یا اس کی کوئی قدر ہوتی تو در مصطفیٰ پہ ملتی' قیصر کے گھر میں کیا لینے گئی تھی۔ یعنی انبیاء نے بندوں کو ضرورتوں کا اسیر نہیں کیا بلکہ بندوں کی اس خصوصیت کو جو اللہ نے انہیں دے رکھی تھی اسے روشن کیا' صاف کیا' چمکایا' پاک کیا اور اس مشت غبار کو وہ جرات رندانہ دے دی کہ اب یہ دیدار الٰہی کا طالب ہوا۔ بارگاہ الٰہی کا طالب ہوا' وصال الٰہی کا طالب ہوگیا۔ وہ جو دو لقموں پہ بک جاتا تھا وہ جو ایک وقت کے کھانے پہ غلامی کرتا تھا وہ جو چند سکوں کے عوض آبرو بیچ بیٹھتا تھا اسے وہ جرات رندانہ دے دی کہ وہ ساری کائنات کو ٹھوکر مار کر اللہ سے اس کے دیدار کا طالب بن گیا۔ اس کے دیدار کا' اس کی ملاقات کا طالب بن گیا۔ اپنی محبت کے دعوے لے کر اٹھا مجھے اللہ سے محبت ہے۔ مجھے اللہ سے عشق ہے۔ ذرا دیکھو حیثیت دیکھو اس کی' حالت دیکھو' اس کا بدن اور اس کا وجود دیکھو۔ کہیں ذرا کانٹا لگ جائے تو بدن ناپاک ہو جاتا ہے کیوں جی خون نکل آیا۔ وضو ٹوٹ گیا کپڑے سے لگا کپڑا ناپاک۔ اتنی ناپاکی بھری ہوئی ہے تیرے وجود میں' پیٹ پھٹ جائے تو غلاظت ہی غلاظت ہے۔ جلد پھٹ گئی تو کپڑے بھی ناپاک ہو گئے' جسم بھی ناپاک ہو گیا' یار تجھ میں ہے کیا؟ کس بات پہ تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کس برتے پہ تجلیات باری مانگتا ہے؟ اب اس ڈھیر کو جو ایک کھال میں منڈھا ہوا ہے اس کے اندر وہ روشنی پیدا کر دی کہ اپنی ان ساری کمزوریوں کے ساتھ واقعی اس میں طلب الٰہی پیدا ہو گئی۔ یہ بات اس فلسفے کے لئے موت کا پیغام بن گئی جو مذاہب باطلہ کے بنانے والوں نے لوگوں کو اپنی خواہشات کا غلام بنانے کے لئے اس کے ذہن میں بھر رکھا تھا۔ لہٰذا سارے کا سارا کفر کمربستہ ہو گیا اللہ کے دین کی مخالفت میں۔ نبی ﷺ نے فرمایا الکفر ملته واحله او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کفر سارے کا سارا ایک ہی ملت ہے ایک ہی قوم ہے۔ آپس میں خواہ لڑیں' دین کی سارے مخالفت ہی کریں گے۔ کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے' جواب نہیں دے سکتے تھے' دلائل میں عاجز تھے تو الزام تراشیوں پر اتر آئے۔ طرح طرح کی الزام تراشیاں' طرح طرح کے بکواسات' طرح طرح کے اوہام' طرح طرح کی باتیں پھیلانے لگے تو رب کریم نے ارشاد فرمایا۔ یریدون ان یطفو نور اللہ بافواھھم اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنی زبانوں سے' اپنی خرافات سے' اپنے منہ سے نکلی ہوئی باتوں سے' اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ وہ روشنی جو قلوب انسانی کو منور کر رہی ہے' وہ تجلیات باری جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لانے کے سبب' جو اطاعت الٰہی کے سبب' جو اتباع سنت کے سبب' وہ روشنی جو سینوں میں ابھر رہی ہے وہ سورج جو انسان کے ضمیر اور مزاج میں طلوع ہو رہا ہے یہ چاہتے ہیں کہ یہ طعنے دے کر' یہ الزام لگا کر' یہ خرافات بول کر اسے بجھا دیں۔ فرمایا! بعثت آقائے

نامدار ﷺ تک بات اور تھی۔ انبیاء علیہم السلام تشریف لائے' بعض کو کافروں نے بغیر بات مانے شہید کر دیا اور ان کے ساتھ ایک بندہ بھی ہدایت نہ پاسکا۔ بعض کے ساتھ دو چار دس آدمی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال محنت کی اور 86 افراد کشتی میں تھے ساڑھے نو سو سال کا عرصہ ہے تو سو پچاس سال کا حاصل بیاسی مرد عورت کشتی میں سوار ہوئے فرمایا! وہ معاملہ گذر گیا اس لئے کہ ایک تسلسل تھا انبیاء کا۔ ایک تشریف لے جاتا اس کی جگہ دوسرا آجاتا' تیسرا آجاتا۔ کفر بھی اپنی شورشیں اٹھاتا رہا۔ رحمت باری بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث فرماتی رہی معاملہ چلتا رہا۔ اب صورت حال بدل گئی ہے اب ان بے وقوفوں کو بتا دو کہ یہ وہ نبی ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ وہ دین ہے کہ اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ اب اسے تم بجھا نہیں سکتے۔ فرمایا! ویابی اللہ الا ان یتم نورہ' اللہ کو اس کے علاوہ کوئی بات قبول نہیں کہ وہ اپنے نور کو مکمل کرے۔ اب یہ روشنی بجھنے کے لئے نہیں ہے' یہ روشنی دینے کے لئے ہے اس کا کوئی متبادل نہیں آئے گا۔ اس کے پیچھے کوئی اور کتاب کوئی اور رسول نہیں آئے گا۔ یہی دین' یہی کتاب' یہی نبی اور اس کی نبوت' یہی شریعت' یہی احکام' یہی فرائض' یہی سنن' یہی واجبات اس کائنات میں قائم رہیں گے۔ ولو کرہ الکفرون کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گذرے جو ہو سکتا ہے کرلو۔ اب تم محبت الہی کے یہ چراغ' اطاعت الہی کی یہ شمعیں' طلب الہی کے یہ شعلے سرد نہیں کرسکتے۔ فرمایا! بے وقوفوں سے کہو اللہ ایسا قادر ہے' اتنا کریم ہے' اتنا وسیع العلم ہے' اتنا وسیع القدرت ہے' ایسا خالق بے مثال ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ جیسا رسول بھیج دیا۔ علم کے معاملے میں' عقل وشعور کے مقابلے میں' دانش وخرد کے مقابلے میں' جمال وکمال باطنی کے مقابلے میں' کوئی نسل انسانی میں اس جیسی تصویر دکھاؤ۔ ارے جس کی مخلوق کی مثال تم پیش نہیں کرسکتے اس خالق کو کیسے چیلنج کرسکتے ہو۔ تم میں بھی تو بڑے بڑے دلیر ہیں' بڑے بڑے شہ زور ہے' بڑے بڑے پہلوان ہیں' ماہرین جنگ ہیں' ماہرین اقتصادیات ہیں' مختلف علوم وفنون کے ماہرین ہیں' ارے کسی کو کہو' کسی سے کہو روئے زمین کے انسانوں کو چیلنج ہے کہ اس کی خاک پا کی مثال تو پیش کرسکیں۔ کسی میدان میں' علم وفن کے میدان میں' عمل کے میدان میں' کردار کے میدان میں' حسن صورت حسن سیرت کے میدان میں' اخلاق وکردار کہیں کسی شعبے میں کوئی اس کی نظیر تو لاؤ۔ لیکن آدم علی نبینا علیہم السلام سے لیکر آج کی انسانیت تک تم کوئی مثال پیش نہیں کرسکتے۔ کوئی فرشتہ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کوئی نوری مخلوق مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی۔ ایسا وجود جو وجود تو آدمی کا ہے' ایسا وجود جس کا خمیر اسی خاک سے ہے جس سے سارے انسان بنے ہیں لیکن اس میں اتنی لطافت آگئی کہ وہ وجود اطہر فرشتوں کو سدرہ المنتہی پہ چھوڑ کر عرش اولیٰ سے آگے تشریف لے گئے۔ لاؤ کوئی مثال' کوئی ایسا انسان لاؤ جو اولاد آدم سے ہو' جس کی رگوں میں خون دوڑتا ہو' گوشت پوست کا انسان ہو اور پھر اس میں اس قدر لطافت ہو کہ وہ فرشتوں سے بھی زیادہ لطیف تر وجود رکھتا ہو' لاؤ کوئی انسان جس کی ایک نگاہ کسی بھی انسان کو اٹھا کر علم وعمل کی انتہا پہ پہنچا دے۔ جسے پڑھانے کے لئے الفاظ نہیں بتانے پڑیں۔ جسے سکھانے کے لئے کورس نہ کرانے پڑیں۔ چرواہا اونٹوں کا ریوڑ چھوڑ کر آئے ایمان قبول کرے اور صبح اسے جرنیل بنا کر مہم پر بھیج دے اور وہ تاریخ کا کامیاب ترین جرنیل ثابت ہو۔ لاؤ کوئی ایسا بندہ۔ ارے تم نے تو سالہا سال برسوں لوگوں کو سکھایا پڑھایا' دنیا کے مختلف اداروں میں کورسز کروائے' کتنے کامیاب جرنیل بنا سکے ہو تم۔ قوموں کی تاریخ میں کوئی ایک آدھ نام ملتا ہے صدیوں میں ورنہ جو بھی اپنی ملازمت سے جاتا ہے تاریکی میں گم ہو جاتا ہے کوئی اس کا نام نہیں جانتا ہوتا۔ سرونٹ کوئی نہیں جانتا ہوتا کوئی اس نام کا جرنیل بھی ہے۔ ہزاروں لاکھوں میں' قوموں کی تاریخوں میں برسوں میں کوئی ایک نام ہوتا ہے جسے خود قوم بھی جانتی ہے ورنہ قوم نہیں جانتی۔ تاریخ سے کہو! کسی ایک جرنیل کو بھلا دے جنہیں محمد رسول اللہ ﷺ نے بنایا تھا۔ مورخ

ہے کہو کسی کا نام اپنے قرطاس سے محو کرنے کی جرات کرے۔ نہیں کر سکتا۔ فرمایا! ھوالذی ارسل رسولہ وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا اور پھر خوبی دیکھو بالھدیٰ ھدیٰ کا معنی ہوتا ہے کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ۔ ہر کام کو کرنے کا ایک صحیح طریقہ ہوتا ہے۔ وہ طریقہ مختصر ترین بھی ہوتا ہے اور آسان ترین بھی اگر اس سے ہٹ کر وہی کام کیا جائے تو وہ مشکل ہو جاتا ہے۔ قمیض کو پہننے کا ایک ڈھنگ ہے اب ہم قمیض کو کمر بند کے طور پر استعمال کرنا چاہیں تو وہ آرام وہ نہیں ہوگا اور وہ صحیح ستر بھی نہیں کر سکے گی اس لئے کہ وہ اس کے لئے نہیں۔ اس لئے داناؤں نے کہا کہ ہرچہ دانا کند' کند ناداں جو کچھ عقل مند کرتا ہے کرتا بے وقوف بھی وہی ہے کہ کام کرنے کا طریقہ وہی ہوتا ہے بالآخر وہیں پہنچتا ہے لیکن بعد از خرابی بسیار وہ بڑے دھکے کھانے کے بعد وہاں پہنچتا ہے۔ وہ پاؤں میں ڈالتا ہے سر سے باندھتا ہے۔ کمر سے باندھتا ہے فٹ نہیں بیٹھتی۔ پھر اسے خیال آتا ہے کہ قمیض گلے میں ڈالنی چاہئے اور عقل مند اسے دیکھ کر سیدھا سیدھا گلے میں پہن لیتا ہے۔ بے وقوف اور عقل مند میں یہ فرق ہوتا ہے کہ کرتا بے وقوف بھی وہی کچھ ہے جو دانا کرتا ہے لیکن بڑے دھکے کھانے کے بعد' بڑا پریشان ہونے کے بعد۔ تو ھدیٰ سے مراد ہے کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے ایک بندے کو دنیا کا ہر کام کرنے کا صحیح طریقہ بتا دیا اور اسے معلم کائنات ﷺ بنا دیا۔ آخرت کی ہر منزل کو پانے کا صحیح طریقہ بتا دیا اور اسے معلم انسانیت بنا دیا۔ فرمایا ایسی خوبی دکھاؤ کسی میں؟ کسی کا شاگرد نہ ہو' کسی مدرسے نہ گیا ہو' کسی سے پڑھا نہ ہو' کہیں سے سیکھا نہ ہو اور ہر سوال کا جواب اس کے پاس موجود ہو اور وہ جواب حتمی بھی ہو یقینی بھی ہو درست بھی ہو اور آسان ترین بھی ہو اور پھر مزہ یہ ہے کہ امور کو انجام دینے کا وہی صحیح طریقہ اس نے دین حق بنا دیا۔ اسی کو اللہ کی عبادت قرار دے دیا کہ اس طریقے سے رزق خرچ کرو عبادت ہے' اس طریقے سے دوستی کرو عبادت ہے' اس طریقے سے دشمنی کرو عبادت ہے' اس طریقے سے شادی کرو عبادت ہے' اس طریقے سے گھر بناؤ عبادت ہے۔ ان حدود میں رہ کر بچے پالو عبادت ہے یعنی ہر دنیا کا کام آسان بھی ہو صحیح بھی ہو اور قرب الٰہی کا سبب بھی بن جائے۔ فرمایا! لاؤ ایسا کمال اگر کسی اور میں ہے۔ فرمایا! تمہارا کیا خیال ہے کہ ایسا کامل' اکمل رسول ﷺ ایسا کامل و مکمل دین چھپ جانے کے لئے ہے؟ کبھی نہیں۔ بلکہ لیظھرہ' علی الدین کلہ یہ ہر طرح کے ادیان باطلہ پر غالب آنے کے لئے ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ باطل کو دنیا میں منہ چھپانے کی جگہ نہ ملے اور ہر جگہ حق واضح اور روشن ہو جائے ولو کرہ المشرکون مشرکین کو یہ بات خواہ کتنی ہی ناگوار گزرے۔ اس آیہ کریمہ کی روشنی میں آپ تاریخ اسلام پہ نظر ڈالیں تو بعثت نبوی ﷺ کی وجہ سے جو نور طلوع ہوا وہ مسلسل پھیلتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ معلوم دنیا کی تین چوتھائی اس خطیب اور اس امام مسجد کے زیر نگیں ہو گئی جو امام تھا مسجد نبوی کا خطیب تھا مسجد نبوی کا اور ہر دلیل کا مقابلہ اسلام نے دلائل کے مقابلے میں دلائل سے کیا۔ کفر کی فوجی طاقتوں کا میدان کار زار میں مقابلہ کیا۔ کفر کی جنگی چالوں اور کفر کی سازشوں کا مقابلہ کیا اور تمام نظام ہائے باطل کو مٹا کر اللہ کے بندوں کو حق سے آشنا کر دیا۔

یاد رہے ہمارے سامنے چودہ سو سال کا سفر ہے اس کے بعد سلطنت اسلامیہ پہ زوال آئے مسلمانوں پہ زوال آئے۔ کیوں؟ جب خود مسلمان اپنے فرائض منصبی سے غافل ہوئے تو زوال آیا۔ جب ھدیٰ مسلمان کے ہاتھ سے چھوٹا' صحیح طریقہ چھوٹا' دین حق چھوٹا تو زوال آیا لیکن کیا دین ختم ہو گیا یا مٹ گیا نہیں! اللہ نے پھر کچھ بندے پیدا کر دیئے اور پھر روئے زمین پر وہ ساون کی گھٹاؤں کی طرح چھا گیا اور اللہ کی رحمت کائنات پر پھر سے برسی۔ یہی اس کی چودہ سو سال کی تاریخ ہے۔ اگر ہم اس تاریخ ہی کا تجزیہ کریں تو میں نے الحمدللہ روئے زمین کو پھر کر دیکھا ہے۔ جاپان سے امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے افریقہ

تک۔ مسلمان یوں تو دنیا میں دو سو کروڑ کے لگ بھگ رہتے ہیں دو ارب کے لگ بھگ ہیں اور ساٹھ کے قریب قریب مسلمان ریاستیں ہیں لیکن جہاں تک اسلامی نظریات' اسلامی عقائد کے کھرے پن کا تعلق ہے وہ سمٹتے سمٹتے اس زمین پر آ گئے ہیں۔ جہاں تک دینی علوم کا تعلق ہے یونیورسٹیاں بڑی بڑی ہیں پی ایچ ڈی کرایا جاتا ہے ہر ملک میں بڑے شعبے ہیں ریسرچ ہوتی ہے سکالرز ہیں لیکن ارشادات نبوی ﷺ کی جو تصویر جو خوبصورت فریم اس ملک میں ہے وہ دنیا میں کہیں نہیں ملتا۔ دین پر عمل کرنے والے لوگ پوری دنیا سے تجزیہ کر کے دیکھا جائے تو جتنے اس وقت اس سرزمین پر ہیں اور کہیں نہیں ہیں' یوں لگتا ہے جیسے طاغوتی طاقتوں نے اور مسلمانوں کی کمزوری نے اور مسلمانوں کے طاغوت سے مرعوب ہو کر ان کے پیچھے چلنے کی رسم نے' دینی اعتبار سے مسلمانوں کو تہی دامن اور کمزور کرنا شروع کر دیا اور اب بات سمٹتے سمٹتے اس زمین تک آگئی ہے۔ اس زمین پر چند لوگ جو اقتدار پہ قابض ہیں وہ یہودیوں کے اور غیر اسلامی دنیا کے غلام ہیں۔ اس ملک کا ایک عام شہری' گڈریا' چرواہا' بھیڑیں چرانے والا بھی کسی یہودی کسی عیسائی کی غلامی پہ تیار نہیں ہے۔ اب اس سے آگے بھاگنے کی جگہ نہیں ہے۔ اب اس سے آگے دبنے کی جگہ نہیں ہے۔ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دو گے۔ اب یہ دبتے دبتے اس چھوٹے سے خطہ زمین پہ آگیا ہے۔ اب اس کے ابھار کی گھڑی ہے۔ یہ تاریخ کا تسلسل ہے اس میں کسی کی زیادہ دانش مندی کی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ یہاں سے ابھرے گا' یہ پھیلے گا اور روئے زمین پر پھیلے گا۔ طاغوتی چالیں ناکام ہوں گی' کفر کی ریشہ دوانیاں ناکام ہوں گی۔ کفر کا غرور ٹوٹے گا اور انشاء اللہ العزیز یہی مہر نبوت پھر کائنات کو منور کر دے گی۔ اس کا وقت آپہنچا ہے رسالت مآب کی پیشین گوئیوں میں موجود ہے اور اصول فطرت ہے اور تاریخی اعتبار سے وقت کا تقاضا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کا سبب ہم بنیں گے' ہم بنیں نہ بنیں یہ کام انشاء اللہ ہو گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اللہ سے آہ وزاری کر کے رو کر دعا کریں خلوص کے ساتھ کہ اللہ ہمیں اس قافلے میں شامل کر لے۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب تاتاریوں سے سازش کر کے عیسائیوں نے اسلامی ریاستوں کو تباہ برباد کرا دیا اور اندلس سے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا اور بڑے خوش تھے کہ ہم نے یورپ سے اسلام کو محو کر دیا' مغرب سے مسلمانوں کو نکال رہے تھے۔ اللہ نے تاتاریوں کو دین قبول کرنے کی توفیق دیدی اور پھر وہی تاتاری مشرقی یورپ سے اسلام کا جھنڈا لے کر یورپ میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ قادر ہے۔ وہ "پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" اس نے ایسے وحشیوں کو اسلام کا علمبردار بنا دیا خدانخواستہ ہم نہیں کریں گے بقوم یحبھم ویحبونہ' لا یخافون لومۃ لائم وہ کسی اور کو توفیق دے دے گا جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے اور دیوانہ وار بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہر کام ہمارا محتاج نہیں ہے یہ وقت کا تقاضا ہے' تاریخی اعتبار سے' الہامی اعتبار سے' حالات کے اعتبار سے اب اسلام کے غالب آنے کا اور دوبارہ روئے زمین پر پھیلنے کا لمحہ آپہنچا ہے اور یہ انشاء اللہ ہو کر رہے گا محنت اس بات پہ کی جائے' کوشش یہ کی جائے' دعا یہ کرو کہ اللہ ہمیں اس قافلے کے ہم رکاب ہونے کی سعادت نصیب کرے۔ ہمارا خون بھی اے کاش اس راہ میں زمین پہ جذب ہو اللہ ہمیں بھی اس راہ میں زخمی ہونے کی توفیق عطا کرے اللہ ہمارے جان و مال کو بھی اس راہ میں قبول فرمالے۔ جو ذرہ اس راہ میں کام آیا وہی ذرہ ہمارے کام کا ہے۔ جسم کا جو حصہ خون کا' جو قطرہ مال کا' جو حصہ اس راہ میں کام آیا ہمارے کام کا وہی ہے باقی کام کا نہیں ہے تو اللہ ہمارے جان و مال کو ہمارے کام کا بنائے اور اللہ ہمیں حشر کو شہداء کی صف میں کھڑا ہونا نصیب کرے اللہ ہمیں اپنے دین کے لئے اور دین کی خدمت کے لئے اور دین کی اشاعت کے لئے قبول فرمالے۔ آمین۔

قرآن فہمی کا ایک پہلو

چوہدری علی احمد

سورۃ الکہف، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا تذکرہ، ان کی زندگیوں میں پیش آنے والے کٹھن لمحات اور جذباتی کیفیتوں کا بیان اللہ تعالیٰ سے ان کی گفتگو، چھوٹے چھوٹے بے تکلف اور پیار میں ڈوبے ہوئے جملے۔ مختلف واقعات کہیں تسلسل کے ساتھ ادا کہیں بلا تسلسل۔ کہیں کس رنگ میں اور کہیں کس پیرائے میں، کج فہمی اور دل کے اندھوں نے اعتراض جڑ دیا۔ ان ھذا الا اساطیر الاولین۔

مفسرین نے قرآن حکیم کے حوالوں سے اس کے مختلف وجوہات دیئے۔ گذشتہ اقوام کے جرائم کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ امت مسلمہ کے لئے تنبیہہ ہو۔ تاریخ انبیاء کہیں بطور تمہید بیان ہوئی اور کہیں سوال کرنے والوں کے جواب میں بعض واقعات کا تذکرہ ہوا۔ یہ سب کچھ محض قصے کہانیاں اور تاریخ نہیں بلکہ ان کے بیان میں بہت بڑی حکمت ہے لیکن ان واقعات سے متعلقہ قرآنی آیات کی تلاوت کے دوران اہل اللہ کو اکثر روتے ہوئے دیکھا۔ کیفیات میں ڈوبے ہوئے دیکھا۔ زمان و مکان کی قیود کو مٹتے ہوئے دیکھا۔ جذب و عشق اور محبت باری تعالیٰ کی بارش دیکھی اور پھر اس میں اپنے وجود کو تحلیل ہوتے ہوئے پایا۔ حضرت جیؒ کے ساتھ نماز فجر ادا کرتے ہوئے سورۃ کہف اور سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کے دوران ایسے مقام بھی آئے کہ ان کی آواز رقت میں ڈوب جاتی۔ سینہ سے ہچکیوں کی آواز آتی اور پھر وہ بے اختیار رونے لگتے۔ بصد مشکل ایک ایک لفظ زبان سے ادا ہوتا اور پھر ہچکیوں میں تحلیل ہو جاتا بعض لوگوں نے کثرت گریہ کی وضاحت میں کہا۔ اہل اللہ پر یہ واقعات منکشف ہونے لگتے ہیں اور محض بیان سے آگے ان پر عین الیقین کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

یہ کیفیت تو خواص کی ہو گی لیکن جس انداز میں اللہ پاک ان سورتوں میں اپنے محبوب بندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس کی رنگ اور چاشنی کو عام قاری بھی محسوس کر سکتا ہے۔ یزکریا ..... یاموسٰی..... اور حضرت مریم علیہ السلام کے لئے فناد ھامن تحتھا الا تحزنی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں براہ راست نام لیکر پکارا۔ ندا دی اور اس ندا میں پائی جانے والی محبت اور بے ساختہ پن کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا چھوٹے چھوٹے جملے۔ وما تلک بیمینک یموسٰی اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اگرچہ اللہ پاک خوب جانتے تھے اور پھر معصومانہ جواب' یہ میرا عصا ہے۔ اس پہ ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ کو بتا رہے ہیں کہ اس میں میرے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اس طرز تکلم میں کتنا پیار ہے اور اس سادگی پہ پیار کیوں نہ آ جائے' محبت کی اس چاشنی کو آج بھی تلاوت کرنے والے اپنے دل کی گہرائیوں میں اترتا ہوا محسوس کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی محبوب بندے کو محبت سے پکارا پیار سے گفتگو فرمائی اور ان جملوں کو قرآن حکیم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ یہ پیار لازوال اور انمٹ تھا۔ آج بھی یہ پیار بھرے جملے ہماری زبان کا ابدی کیف ہم پر بھی طاری ہو جاتا ہے محبت کو محسوس کرنے کے لئے جس قدر حساس دل ہو گا اتنا ہی وہ ان آیات پر تڑپ اٹھے گا خود بھی اس محبت میں ڈوب جائے گا۔ نہ صرف قرب الٰہی نصیب ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ان محبوب ہستیوں کے ساتھ اپنائیت کے ایک گہرے تعلق کو محسوس کر رہا ہو گا اور پھر جذب و کیف کی وہ حالت طاری ہو جائے گی جو اہل اللہ کے ہاں ایسے موقعوں پر اکثر دیکھنے میں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا محبت سے پکارنا کٹھن لمحات میں تشفی کے دو بول' حضرت مریمؑ کی اس پریشان حالت کا خیال کیجئے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور اس کے ارادے کے سامنے نفی اسباب کی دلیل کے طور پر حضرت عیسٰی کی پیدائش بن باپ کے ہوئی حضرت مریم علیہ السلام کا اضطراب اور ان کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ کا براہ راست خطاب پھر ان کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ کا والدہ ماجدہ کی گود میں اعلان نبوت قال انی عبداللہ

قف انی الکتب فجعلنتی نبیاہ کہنے کو ایک واقعہ جو آج سے دو ہزار سال قبل گذر چکا۔ لیکن اپنی ایک بندی کا یہ اضطراب اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ٹھہرا کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ آج قرآن حکیم کی یہ آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو معانی اور کیفیات دونوں کے ساتھ۔ یہ اور بات ہے کہ کیفیات کو صرف دل محسوس کر سکتے ہیں ہابیل وقابیل دو نوجوان' لڑکپن کا دور' روئے زمین پر پہلا قتل' لیکن ایک نوجوان کا طرز عمل اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ آج بھی اس کے الفاظ ما انا بباسط یدک الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العلمین تیرے قتل کے لئے میں تجھ پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ مجھے تو رب العلمین کا خوف دامنگیر ہے۔

کروڑوں مرتبہ دہرائے جا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے بے ساختہ گفتگو' بات اللہ تعالیٰ سے اور قدر بے تکلف یہ طرز تکلم اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہوا کہ وقت کے دبیز پردوں میں مستور ہو جانے کی بجائے ان چھوٹے چھوٹے جملوں کو اسی بے ساختگی اور پیار بھرے انداز میں کروڑوں انسانوں کی تلاوت کے لئے قیامت تک محفوظ کر دیا۔ اور پھر کلم اللہ موسی تکلیما یعنی باتیں بھی اس طرح ہوئیں اور اس قدر کہ باتیں کرنے کا حق ادا ہو گیا۔ پھر آقائے نامدار ﷺ کا ذکر آیا انداز سخن بدلا اب براہ راست نام لیکر پکارنے کی بجائے حبیب کے انداز کا ذکر ہوتا ہے۔ اے کملی والے یاایھا المزمل' یاایھاالمدثر - اے چادر پوش اور پھر پیار بھرے نام لیکر یسین' طٰہٰ

اپنے محبوب بندوں کا تذکرہ' اس میں جہاں حکمت ودانائی کے بہت سے پہلو ہیں وہاں محبت کا ایک رنگ اور کیف بھی ہے اہل علم ودانش کو حکمت نصیب ہوئی ہے تو اہل دل سرور جذب وشوق کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں یہاں تک کہ ذکر حبیب وصل حبیب بن جاتا ہے حجابات اٹھتے چلے جاتے ہیں حضرت موسیٰ وہارون' و دیگر انبیاء علیہم السلام یہ اللہ کی محبوب ہستیاں اس قدر قریب اور اس قدر اپنی محسوس ہونے لگتی ہیں کہ درمیان میں کوئی فاصلہ نظر نہیں آتا امت مسلمہ کا یہ اعجاز کہ محبت کے یہ رشتے کہاں کہاں اور کن ہستیوں کے قائم ہیں۔ نظر آتے ہیں اور محسوس کئے جاتے ہیں۔ قرآن فہمی کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔

غزل

ہم عشق ومحبت کو اک کھیل سمجھتے تھے
تنہائی کے لمحوں میں الفت کو ترستے تھے
پھر عشق ومحبت کی اک بار دعا مانگی
بچپن تھا میرا کیا؟ مجنوں کی ادا مانگی
اتنی بھی خبر نہ تھی' یہ کیسی دعا مانگی
اپنے ہی لئے ہم نے بے جرم سزا مانگی
جو درد ملا ہم کو' اب خود ہی یہ سہنا ہے
یہ شوق ہمارا تھا' اب تنہا رہنا ہے
بے نام سا اک دل ہے' سینے میں دھڑکتا ہے
اک آگ کا شعلہ ہے' پہلو میں بھڑکتا ہے
سنتے ہیں کہ اس دل کو ایسے ہی سلگنا ہے
یہ موم کے اعضاء ہیں ایسے ہی پگھلنا ہے
شبنم کے قطروں کی ٹھنڈک بھی جلاتی ہے
اب رات کی رانی بھی اک آگ لگاتی ہے
دوری بھی عجب شے ہے ہر وقت یہ تڑپائے
جب وصل کے لمحے ہوں پھر کچھ نہ سمجھ آئے
تاروں سے بھری راتیں اب آنکھ میں رہتی ہیں
منزل پہ جو پہنچائے اس سیماب پہ رہتی ہیں

احمد نواز گوجرہ

(اس غزل کے مخاطب جناب حضرت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب ہیں جو سیماب تخلص فرماتے ہیں)۔ (ادارہ)

یورپ میں احیائے اسلام' تیسری مسلمان ریاست "کوسووو" کا ظہور

محمد اسلم

"کوسووو" (KOSOVO) کا نام آج کل اخبارات میں اکثر سننے میں آتا ہے۔" کوسووو" (KOSOVO) کہاں ہے' کس ملک کا حصہ ہے اور یہاں کے لوگ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں یہ جاننے کیلئے ہمیں یوگوسلاویہ کی تاریخ کے بارے میں جاننا پڑے گا۔ 1945ء میں مارشل ٹیٹو نے بلقان کی مندرجہ ذیل ریاستوں کو اکٹھا کر کے ایک فیڈریشن قائم کی۔

1 کروشیا CROATIA

2 بوسنیا BOSINIA

3 سربیا SERBIA

4 مونٹینگرو MONTENEGRO

5 مقدونیہ MACDONIA

1989-90ء میں یوگوسلاویہ فیڈریشن ٹوٹ گئی

1989-90ء میں یوگوسلاویہ فیڈریشن ٹوٹ گئی اور کروشیا اور بوسینا کی ریاستیں علیحدہ ہوگئیں۔ کروشیا عیسائی ریاست ہے مگر یہاں کے رہنے والوں کا فرقہ سربیا کے عیسائیوں سے مختلف ہے۔ اس کے بعد بوسنیا کے مسلمانوں نے بھی آزادی کی جنگ لڑی جو بالآخر چھ سال بعد ہزاروں مسلمانوں کی قربانیوں کے بعد مسلمانوں کے لئے فتح کا باعث بنی اور بوسنیا آزاد ہوگیا۔

کوسووو کی آزادی کے لئے جدوجہد

"کوسووو" (KOSOVO) ریاست سربیا کا ایک صوبہ ہے اور اس صوبے میں 92 فیصد البانوی نژاد مسلمان رہائش پذیر ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا رہن سہن' کھانا پینا' طرز زندگی اور کلچر سربیا سے بالکل مختلف ہے انہی بنیادوں پر کوسووو کے باشندوں نے اپنے علیحدہ ریاست حاصل کرنے کا اعلان کرتے ہوئے آزادی کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔ گزشتہ سال کوسووو کے باشندوں نے غیر سرکاری طور پر "ابراہیم روگووا" (IBRAHIM ROGOVA) کو اپنا صدر منتخب کرلیا اور پرامن طور پر آزادی کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ سربیا (یوگوسلاویہ) کے ارباب بست و کشاد ابراہیم روگووا کو تسلیم نہیں کرتے۔ مگر ابراہیم روگووا آزادی کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے یورپ اور امریکہ کا دورہ بھی کیا ہے اور انہیں کوسووو کے مسائل اور سربیا کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم سے آگاہ کیا۔ وہ اپنی مہم کو جاری رکھے ہوئے ہیں اس ک علاوہ کوسووو کے مسلمانوں نے جنگ آزادی کے لئے فوج بھی تیار کی ہے جس کا نام کوسووو لبریشن آرمی (KLA) رکھا گیا ہے کوسووو لبریشن آرمی کے کارکنوں کو تربیت شمالی البانیہ کے کیمپوں میں دی جاتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں آپ کوسووو کی جدوجہد آزادی سے متعلق کوششوں کی جھلک اور ان کے تاریخی پس منظر کے بارے میں جان کاری ہوگی۔

یورپ میں احیائے اسلام کا آغاز 1990ء میں ہوگیا تھا جب یوگوسلاویہ میں شکست وریخت کا آغاز ہوا اور مسلمان اکثریتی صوبے بوسنیا نے اپنی آزادی کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ آزادی کے دشمنوں نے اس موقع پر اپنی بھرپور صلاحیتیں صرف کرتے ہوئے بوسنیا کے مسلمانوں کی آزادی کی راہ روکنا شروع کردی۔ سربیا کی فوج نے بوسنیائی مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ان سے پوری دنیا واقف ہے اور بوسنیا میں مسلمان نوجوانوں کی اجتماعی قبریں اور ہزاروں خواتین کی بے حرمتی ان مظالم کے منہ بولتے ثبوت ہیں سرب عیسائیوں کے مظالم اس قدر بڑھے کہ بوسنیا مسلمان جو کمزور تھے اور آزادی کی جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہ تھے امان کی تلاش میں پاکستان تک آپہنچے لیکن خون رنگ لاتا ہے اور قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں جن کی بدولت بوسنیا کے مسلمان آج ایک آزاد مسلمان ریاست کے شہری ہیں اور آزادی کا مرہم ان کے زخموں کو مندمل کر رہا ہے۔ البانیہ کے بعد بوسنیا یورپ میں مسلمانوں کا دوسرا ملک ہے جو کبھی یوگوسلاویہ کا حصہ تھا۔ حال ہی میں یوگوسلاویہ کے ایک اور مسلم اکثریتی صوبے کوسووو نے بھی آزادی کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا ہے۔ کوسووو میں البانوی مسلمان 80 فیصد کی شرح کے حوالے سے اکثریت میں ہیں جنہیں یوگوسلاویہ کی عیسائی حکومت تنگ کر کے البانیہ منتقل کرنا چاہتی ہے

لیکن یہ اقدام اسے اس لحاظ سے بڑا مہنگا پڑا ہے کہ "کوسوو" کے مسلمان حریت پسندوں سے گھبرا کر اس صوبے میں رہائش پذیر عیسائی اقلیت نے نقل مکانی شروع کر دی ہے اور ایک اطلاع کے مطابق لگ بھگ دو لاکھ سرب اب تک کوسوو سے نقل مکانی کر کے اس کی اسلامی ریاست میں تبدیلی کی راہ ہموار کر چکے ہیں۔

دوسری جانب یوگوسلاویہ کے نوجوان "کوسوو" بھیجے جانے والے فوجی دستوں میں شمولیت سے کترا رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اگر صدر کا سا[illegible] محاذ پر جائیگا تو ہم بھی جائیں گے ورنہ ہمیں کیا ضرورت ہے [illegible] بلاوجہ مارے جائیں۔ یوگوسلاویہ میں تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے 608 سال قبل بازنطینی بادشاہ نے پوپ' "اربن پنجم" سے اپیل کی تھی کہ وہ یورپ کے تمام بادشاہوں کو ترک مسلمانوں کے خلاف مذہبی جنگ لڑنے کا حکم دیں لہٰذا تمام یورپ بادشاہ سیوائے کی قیادت میں اکٹھے ہو گئے۔ جو اپنے ہمراہ بہت بڑی فوج اور بحری بیڑہ لایا تھا لیکن ترک افواج نے اس گٹھ جوڑ کو شرمناک شکست دی جس کے بعد بلقان کی تمام قوتیں کنگ آف سربیا کی قیادت میں ترک افواج پر حملہ آور ہوئیں اور 1371ء میں ایک خوفناک جنگ لڑی گئی جس میں سربوں اور ان کے اتحادیوں کو ایک بار پھر منہ کی کھانا پڑی اور مقدونیہ کا علاقہ بھی ترک مسلمان حکومت کے قبضے میں چلا گیا جس کے بعد ترکوں نے البانیہ اور یونان پہ اپنی چھاپہ مار کارروائیاں شروع کر دیں۔ ان ناکامیوں کے بعد بازنطینی بادشاہ جوہن پیلاگس ترک سلطان کا دشمن بن گیا۔ اس دوران یوسربیا کے زار مشی شان دوم نے ترک سلطان مراد کو اپنی بہن کا رشتہ دے کر ترکوں کی ہمدردیاں حاصل کر لیں لیکن بلقان کی ریاستوں سربیا اور بوسنیا نے مشی شان دوم کو مجبور کیا کہ مل کر ترک مسلمانوں کی یلغار کو روکا جائے زار مشی شان اس چکر میں آ گیا اور ایک بڑی فوج تیار کر کے اپنے اتحادیوں کی مدد سے ترکوں سے نبرد آزما ہو گیا اور وی دن کے مقام پر انہیں شکست دینے میں بھی کامیاب ہو گیا مگر جلد ہی انہیں پسپا ہونا پڑا۔ لیکن ان لوگوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں تمام اتحادی ایک مرتبہ پھر اکٹھے ہوئے جن میں بلقان کی تمام ریاستیں شامل تھیں۔ اس بار اتحاد کی کمان سرب بادشاہ لیزر کے ہاتھ میں تھی۔ 20 جون 1389ء کو اس اتحادی فوج اور ترک مسلمانوں کے مابین کوسوو کے مقام پر زبردست معرکہ ہوا جس میں لیزر اور اس کے اتحادیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ اس دوران ترک شہزادے بایزید نے مراد کی جگہ لے لی اور کوسوو کی فتح کو برقرار رکھا اور سربوں کو امن معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا جس کے بعد بایزید والی ایچا میں داخل ہو گیا جو اب رومانیہ کہلاتا ہے لہٰذا اس کے بادشاہ کو بھی خراج ادا کر کے جان بچانا پڑی جس کے بعد سارا بلغاریہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا۔ لیکن بعد ازاں مسلمانوں کے زوال کا دور شروع ہوا اور زخم چاٹتے ہوئے سربوں کو دوبارہ قدم جمانے کا موقع مل گیا سرب اپنے آباواجداد کی ذلت آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے بے چین تھے اور 1990ء کے بعد انہیں اس کا بھرپور موقع فراہم کر دیا گیا انہوں نے بوسنیا میں جی بھر کر اپنے انتقام کی پیاس بجھائی اور اب کوسوو میں ظلم وبربریت کی نئی داستانیں رقم کرنے میں مصروف ہیں لیکن ان مظالم کے نتیجے میں کوسوو بھی یوگوسلاویہ کے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ یوگوسلاویہ 'کوسوو پر صرف ایک صورت میں اپنا قبضہ رکھ سکتا ہے کہ وہاں رہنے والے بیس لاکھ سے زائد البانوی مسلمانوں کو نکال باہر کرے لیکن یہ ممکن دکھائی نہیں دیتا بلکہ اس کوشش میں دو لاکھ سے زائد سرب اپنی جان بچانے کی خاطر کوسوو کو چھوڑ چکے ہیں۔ یورپ میں احیائے اسلام کا آغاز ہو چکا ہے۔ بلقان حکمرانوں اور مغرب کے لئے کوسوو ایک ٹیڑھی کھیر بن گیا ہے کوسوو کی آزادی کے بعد مقدونیہ کا بھی یوگوسلاویہ کی گرفت سے نکل جانے کا خدشہ پیدا ہو چکا ہے کیونکہ یہاں بھی البانوی مسلمان بھاری تعداد میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ مغربی طاقتیں کوسوو کو ہر صورت میں سربوں کے زیر تسلط رکھنا چاہتی ہیں اور وہاں کے مسلمانوں پر سربوں کی جانب سے ڈھائے جانے والے ظلم وستم کا کوئی خاص نوٹس نہیں لے رہیں۔ اس سلسلے میں نام نہاد عالمی نمبردار امریکہ کا ذکر بھی انتہائی گھناؤنا ہے امریکہ نے اس اہم موقع پر دانستہ یا نادانستہ طور پر یوگوسلاویہ پر عائد بہت سی پابندیاں نرم کر کے اسے کوسوو میں اپنی جارحیت جاری رکھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یوگوسلاویہ اپنے پراپیگنڈہ کے ذریعے کوسوو کے حریت پسندوں کو دنیا بھر میں دہشت گردوں کے طور پر بدنام کرنے میں مصروف ہے لیکن اس کے برعکس کوسوو کے حریت پسندوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی آزادی نوشتہ دیوار بنتی جا رہی ہے۔ کوسوو کی آزادی یورپ میں احیائے اسلام کے سلسلے میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگی

امجد نہ روک قدم کہ وہ دور کی منزل
ملے گی کسی روز اسی گرد سفر سے

شاباش ساتھیو!

اب اور زیادہ لگن، محنت اور کوشش سے دعوت کا کام
کریں تاکہ ملک میں اسلامی نظام لایا جاسکے۔

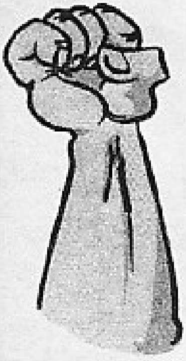

تنظیم الاخوان فیصل آباد

چوک عبداللہ پور عقب ویگن سٹینڈ فیصل آباد، فون نمبر:- 710284

ذکر الٰہی

ہر بیماری کا علاج‘ ہر پریشانی کا ازالہ‘ ہر غم کا چارہ‘ ہر درد کی دوا‘ ہر اعتراض کا جواب‘ ہر برائی کا ہتھیار‘ ہر وار کی ڈھال‘ ہر محصور کے لئے قلعہ‘ ہر کمی کی تکمیل‘ ہر جدوجہد کا مقصود‘ ہر شیطان سے حصار اور ہر ایجاد کی ابتداء اللہ کا ذکر اور اللہ کے حبیب اقدس ﷺ کی محبت ہے۔

لذب و زینت و راحت و شہرت کا حاصل.... فتیات ندامت

اور

ذکر و فکر و شکر و اطاعت کا حاصل علم و حکمت اور عشق و رقت

دونوں میں جو تجھے پسند ہو اختیار کر۔

ضروری التماس

ماہنامہ المرشد کے قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ ماہنامہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے اپنی تجاویز‘ مشورے‘ شکایات درج ذیل پتہ پر بھجوائیں

ماہنامہ المرشد۔ کمرہ نمبر 8 سیکنڈ فلور ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد

اور اب نظام کا دھماکا

قاضی غیاث الدین جانباز

آخر کار پاکستان نے بم دھماکا کر ہی دیا' جو کام بیس برس پہلے ہو جانا چاہئے تھا وہ طویل انتظار کے بعد ایسے وقت ہوا ہے' جب جزیرۃ العرب پر امریکہ اور اس کے دوستوں نے اپنے پنجے مضبوط کر لئے ہیں اور نج کاری کے نام پر پاکستان کی سرزمین پر اپنی براہ راست گرفت مضبوط کرنے کے لئے کوشاں ہے اور ہمارے حکمران طبقات امریکی منصوبہ بندی کی تکمیل میں معاونت کر رہے ہیں۔ ایٹمی دھماکے کا کریڈٹ ہمارے محب وطن سائنس دانوں' مسلح افواج اور اسلام سے محبت کرنے والے عوام کو جاتا ہے۔ کسی سیاستدان یا سیاسی جماعت کو اس کا کریڈٹ لینے کا حق نہیں' ماسوائے جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے' جو ایٹمی پلانٹ کے پروگرام کو اپنانے اور اس پر عملدرآمد کرانے کا عزم رکھتے تھے' جنہیں اس پروگرام سے پیچھے ہٹانے کے لئے رفیع رضا جیسے وزیر ڈراتے دھمکاتے رہے۔ مرحوم بھٹو کی پارٹی اور اس کی موجودہ عہد کی قیادت کو اس کا کریڈٹ لینے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس قیادت نے تو بھٹو کے مشن کو ترک کرنے کا وعدہ کر کے اقتدار حاصل کیا تھا' جس طرح موجودہ حکمرانوں نے امریکی مفادات کو آگے بڑھانے کا وعدہ کر کے اقتدار حاصل کیا تھا۔ یہ تو بھارت کے جنونی ہندو ازم کے نمائندے مسٹر واجپائی کو کریڈٹ جاتا ہے' جس نے پانچ ایٹمی دھماکے کر کے ہماری غیرت کو جھنجوڑا اور چودہ کروڑ مسلم پاکستانی اور پاکستان کی سرحدوں کی محافظ فوج سراپا غضب وغیرت بن کر ڈٹ گئے اور حکمرانوں کو اپنا اقتدار بچانے کے لئے ایٹمی دھماکوں کی منظوری دینا پڑی۔ ایٹم بم کی قوت غلبہ اسلام کے لئے ہم پاکستانیوں کو اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن نصاریٰ ہیں' یہود وہنود ہیں جو مسلمان ملکوں میں اللہ کے دین کو نافذ نہیں ہونے دے رہے اور سرمایہ دارانہ معیشت کی جکڑ بندیوں میں چھپن مسلمان ملکوں کو جکڑے ہوئے ہیں۔ یوں انہوں نے اپنی سودی معیشت کے زور پر مسلمان ملکوں کو اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔ خاطر جمع رکھئے اقتصادی پابندیاں لگیں گی لیکن ان پر عمل نہیں ہو گا۔ امریکہ اور اس کے کاسہ لیس ملک اور ادارے ہمیں قرض حسنہ نہیں دیتے اور خیرات بھی نہیں دیتے' وہ امداد کے نام پر سود پر قرضہ دیتے ہیں اور ہمارا خون نچوڑتے ہیں۔ ہم ان کے سودی قرضوں کی منڈی ہیں' ہم ان کی مصنوعات کی منڈی ہیں' ہم ان کی مشینری کی منڈی ہیں' ہم ان کی خراب اجناس کی کھپت کی منڈی ہیں' وہ اپنی منڈی کو کیوں چھوڑیں گے۔ وہ تو اصل زر کی واپسی کا مطالبہ بھی نہیں کرتے' بلکہ سالانہ سود کی رقم مانگتے ہیں۔ ہتھیار بنانے کی صنعت جب سے مغرب میں بندش کا شکار ہوئی ہے وہاں کے سرمایہ دار کا سرمایہ کھپانے کے لئے تو آزاد ترقی پذیر ملکوں میں نج کاری کا پروگرام تخلیق کیا گیا ہے۔ دنیا میں ہر کام اللہ کے منصوبوں کے مطابق سرانجام پاتا ہے۔ بھارتی اور پاکستانی ایٹمی دھماکے اللہ کی منصوبہ بندی کا حصہ ہیں۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے بغیر خیروبرکت آ ہی نہیں سکتی۔ نواز شریف نے اگر ایٹمی دھماکے کے لئے قرآن سے فال نکالی ہے تو پھر وہ نفاذ اسلام کے دھماکے کی فال بھی قرآن ہی سے نکال لیں۔ ان کے اپنے مفاد میں یہی ہے کہ معیشت' سیاست اور عدل کو بلا کسی تاخیر کے اسلامائز کر دیں۔ جاگیرداری ختم کر دیں' انگریز کی بخشی ہوئی جاگیریں ضبط کر لیں' معیشت کو سود سے پاک کر دیں' بھٹو دور حکومت سے لیکر اب تک دیئے گئے ایک کنال سے اوپر کے تمام پلاٹ واپس لے لیں یا ان کے مالکان سے مارکیٹ کی قیمت وصول کر لیں۔ 1985ء سے اب تک تمام حکمرانوں' وزیروں' مشیروں اور ممبران اسمبلی کے غیر جانبدارانہ احتساب کا اہتمام کر لیں تو عوام ہر پابندی کا مقابلہ کریں گے۔ اگر نواز شریف ایٹمی دھماکے کا چیک کیش کرانے کے چکر میں پڑے رہے تو بات نہیں بنے گی اس سے فائدہ اٹھا لیں' ورنہ نفاذ اسلام کا دھماکا کسی کے روکے نہیں رک سکتا۔ خواہ ہمارے محبوب جنرل (ر) حمید گل بھی میاں برادران کے پلڑے میں بیٹھ جائیں۔ نرم انقلاب سے مسئلے کا حل نہیں نکل سکتا۔

250 ارب کون کھا گیا؟

اقبال پاریکھ ------ بہ شکریہ (خبریں)

گزشتہ پانچ برسوں میں بینکوں اور ترقیاتی مالی اداروں کے پھنسے ہوئے قرضوں میں 56 ارب 57 کروڑ سے زائد کا اضافہ ہوا۔ ان میں صرف وہ قرضے شامل ہیں جن کی مالیت دس لاکھ روپے یا اس سے زائد ہے بینکوں اور ترقیاتی مالی اداروں کے پھنسے ہوئے قرضوں کی مالیت 1993ء میں 86 ارب 89 کروڑ 60 لاکھ روپے تھی جو 97ء میں بڑھ کر ایک کھرب 43 ارب 47 کروڑ 50 لاکھ روپے ہو گئی۔ 1993ء سے 1994ء کے دوران پھنسے ہوئے قرضوں کی مالیت میں چھ ارب 46 کروڑ 80 لاکھ روپے' 1994ء سے 1995 کے دوران 14 ارب 44 کروڑ 20 لاکھ روپے' 1995ء سے 1996ء کے دوران تیرہ ارب سترہ کروڑ اور 1996ء سے 1997ء کے دوران قرضوں کی مالیت 22 ارب 46 کروڑ نوے لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ 1993ء میں پھنسے ہوئے قرضوں کی مالیت 86 ارب 89 کروڑ 60 لاکھ روپے تھی جو 1994ء میں بڑھ کر 93 لاکھ 39 کروڑ چالیس لاکھ روپے' 1995ء میں ایک کھرب سات ارب 83 کروڑ ساٹھ لاکھ روپے' 1996ء میں ایک کھرب 21 ارب 60 لاکھ روپے اور 1997ء میں ایک کھرب 43 ارب 97 کروڑ 50 لاکھ روپے ہو گئی۔ یہ اعداد و شمار تو وہ ہیں جو سرکاری بینکوں اور ترقیاتی مالی اداروں نے دس لاکھ روپے سے زائد کے بڑے قرضوں کے سلسلے میں سٹیٹ بنک کو فراہم کئے' اگر دس لاکھ روپے سے کم کے قرضے شمار کئے جائیں تو پھنسے ہوئے قرضوں کی مالیت ڈیڑھ کھرب بنتی ہے۔ بینکنگ سیکٹر کے باخبر ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ سرکاری بینکوں اور ترقیاتی مالیاتی اداروں نے سٹیٹ بینک کو قرضوں کے صحیح اعداد و شمار فراہم نہیں کئے اور پھنسے ہوئے قرضوں کی مالیت 143 ارب روپے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس امر کا اندازہ قائد حزب اختلاف بے نظیر بھٹو کی پانچ سو بڑے ڈیفالٹرز کی ان دو فہرستوں سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے تحت قومی اسمبلی میں پیش کی تھی۔ ان میں سے ڈھائی سو نادہندگان کی فہرست اخبارات میں شائع ہوئی مگر حیرت انگیز طور پر 250 ڈیفالٹرز کی دوسری فہرست شائع نہ ہو سکی اس دوسری فہرست کا سٹیٹ بنک آف پاکستان کی جاری کردہ طویل ڈیفالٹرلسٹ سے موازنہ کیا جائے۔ تو بہت سی نادہندہ کمپنیوں کے نام 250 ڈیفالٹرز کی فہرست میں تو موجود ہیں مگر یہ کمپنیاں سٹیٹ بنک کے بڑے نادہندگان کی فہرست سے غائب ہیں یہ فہرست ڈان اخبار نے چھاپ کر دو سو روپے فی کاپی فروخت کی تھی۔ بینظیر بھٹو کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ 250 ڈیفالٹرز کی دوسری فہرست میں مہران بینک سیکنڈل کے مرکزی کردار یونس حبیب کے گروپ کی کئی کمپنیوں کے نام ملتے ہیں جن میں مجموعی طور پر حبیب بینک کے پچاس کروڑ روپے واجب الادا ہیں۔ اس حقیقت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے قرضہ چور کتنے بااثر ہیں' یونس حبیب نے برانچوں کو اپنی ذاتی کمپنیاں بنا کر دو سو سے زائد جعلی کمپنیاں قائم کر کے اور کروڑوں روپے حبیب بینک سے نکلوا لئے لیکن یونس حبیب گروپ کے خلاف آج تک مقدمات درج نہیں کئے گئے بلکہ ڈیفالٹر یونس حبیب کو سیاسی رشوتوں کے عوض مہران بینک قائم کرنے کی اجازت دی گئی۔ یہ پاکستان بینکنگ کی تاریخ کا المیہ ہے کہ بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ان چور اور کرپٹ افسران کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی گئی جنھوں نے نامناسب اور ناکافی ضمانتوں پر سیاسی بنیادوں' رشوتوں اور پانچ سے دس فیصد کمیشن کے عوض کروڑوں روپے لٹا دیے۔ اس ضمن میں سٹیٹ بینک نے بھی مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا اور اس کے اعلیٰ افسران بھی بدعنوانیوں اور بے قاعدگیوں میں ملوث رہے ہیں۔

گزشتہ دو برسوں میں سٹیٹ بینک نے جس ذمہ داری سے بینکوں کی نگرانی اور ری سٹرکچرنگ کی ہے اگر پچھلے چالیس برس سے کی جاتی تو ڈیڑھ کھرب روپے کی خطیر رقم نہ ڈوبتی۔ ایک طرف تو سیاسی بنیادوں پر قرضے لینے والوں نے گھناؤنے معاملات کی پردہ پوشی کی انہیں مزید قرضوں سے نوازا گیا' ان کے قرضوں کی ری شیڈولنگ کی تو دوسری جانب اصلی کاروباری حضرات کا جینا

حرام کر دیا گیا۔ ان میں کراچی کے جوڑیا بازار کے معروف تاجر عبدالشکور اسماعیل کلوڈی اور ان کے صاحبزادے عبداللہ کلوڈی کی مثال بڑی دلچسپ ہے جنہیں بے نظیر بھٹو کے دور میں گرفتار کر کے جیل میں رکھا گیا۔ عبدالشکور اسماعیل کلوڈی پاکستان کے سب سے بڑے امپورٹر تھے جنہوں نے اربوں روپے کی ڈیوٹیاں' ٹیکس اور مارک اپ ادا کئے۔ حبیب بینک کے بدعنوان افسروں نے ان کے قرضوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ عبداللہ کلوڈی حراست کے دوران شدید علیل ہو گئے اور مڈایسٹ ہسپتال میں خون تھوکتے رہے' ایک دور تھا کہ جوڑیا بازار میں کلوڈی کے نام کا ڈنکا بجتا تھا اور ان کی زبان پر کروڑوں روپے کے سودے ہوتے تھے' پھر ایسا وقت بھی آیا کہ ایف آئی اے کے بدعنوان افسران ان کی دھجیاں اڑانے لگے اور دونوں باپ بیٹے کو ڈرا دھمکا کر دونوں ہاتھوں سے لوٹا گیا۔ بلاشبہ ان پر کروڑوں روپے کے قرضے واجب الادا تھے مگر یہ لوگ ملک چھوڑ کر فرار نہیں ہوئے بلکہ آج بھی اپنے ذمے واجب الادا قرضے ادا کرنے کو تیار ہیں بلکہ انہوں نے عدالت میں ستره کروڑ روپے جمع بھی کروا رکھے ہیں اور عدالتوں میں اپنے مقدمات کا سامنا کر رہے ہیں' بینکوں سے بار بار خطوط لکھ کر حساب کتاب کروا رہے ہیں۔

دوسری جانب آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (اپٹما) کے سابق چیئرمین میاں آفتاب ہیں جو سرکاری بینکوں اور مالیاتی اداروں کے چھ ارب روپے کے لگ بھگ قرضے چوری کر کے ملک سے فرار ہو چکے ہیں اور ان دنوں بڑے ٹھاٹ سے لندن میں دو فائیو سٹار ہوٹل چلا رہے ہیں۔ ذیل پاک سیمنٹ اور میٹروپولیٹن سٹیل کارپوریشن کا مالک سکندر علی جتوئی ڈیڑھ ارب روپے سے زیادہ لوٹ کر ملک سے فرار ہو چکا ہے۔ جس نے مسلم لیگ (ن) کے سندھ کے صدر سید غوث علی شاہ کی آشیرباد سے راتوں رات ترقی کی منازل طے کی تھیں۔ حبیب بینک کے دو ارب روپے سے زائد رقومات ہڑپ کرنے والے یونس حبیب کو احتساب بیورو کے سربراہ سینیٹر سیف الرحمن نے پیرول پر رہا کر رکھا ہے۔ 67 کروڑ روپے کے قرضے ہضم کرنے والے اندرون سندھ کے ایک سینیٹر وی آئی پی بن کر گھوم رہے ہیں اور انہیں ہاتھ تک نہیں لگایا گیا بلکہ ڈیفالٹر ہوتے ہوئے بھی وہ سینیٹ آف پاکستان کے رکن بن گئے۔

اربوں روپے کے بینک نادہندگان نے قرضوں سے بچنے کے لئے عدالتوں کا سہارا لے رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کمزور عدالتی نظام' سرکاری بینکوں اور مالیاتی اداروں کے کرپٹ وکلاء نے ڈیفالٹرز کو تحفظ دے رکھا ہے' یہی وجہ ہے کہ سٹیٹ بینک کے گورنر ڈاکٹر محمد یعقوب نے اپنی حالیہ پریس کانفرنس میں یہ بات کہی کہ سرکاری بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ان وکلاء کو تبدیل کر دیا جائے گا جنہوں نے نادہندگان کے مقدمات کو طول دے رکھا تھا انہوں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ یہ وکلاء خود عدالتوں سے طبی تاریخیں لے لیتے تھے۔

گورنر سٹیٹ بینک ڈاکٹر محمد یعقوب نے 6 جون 97ء کو نادہندگان کے لئے ترغیباتی سکیم کا اعلان کیا تھا اور پانچ دسمبر کو پہلی ڈیڈ لائن کے اختتام پر سکیم کے تحت صرف چار ارب روپے وصول ہو سکے جبکہ فروری 98ء تک مزید چار ارب روپے وصول کیے جا سکے۔ اب بینکوں اور سرکاری مالیاتی اداروں کے اسی ہزار سے زائد ڈیفالٹرز کے مقدمات تیزی سے عدالتوں میں قائم کیے جا رہے ہیں جبکہ 35 ہزار نادہندگان اپنے قرضے ادا کر چکے ہیں مگر ان میں بیشتر نادہندگان چھوٹی رقومات کے ہیں جنہیں ترغیباتی سکیم سے خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوا تھا اس سارے کھیل میں وکلاء صاحبان کے مزے ہو گئے جو بینکوں اور نادہندگان سے بڑی بڑی رقومات وصول کر رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ نادہندگان معروف اور بڑے

وکلاء کی خدمات بھاری فیسوں کے عوض اس لئے حاصل کر رہے ہیں تاکہ وہ کروڑوں روپوں کی ادائیگی کو زیادہ سے زیادہ عرصے کے لئے موخر کرسکیں۔ بینک اور سرکاری مالیاتی ادارہ جات عدالتوں سے ان کے حق میں جاری ہونے والی اربوں روپوں کی ڈگریوں کی تعمیل بھی نہیں کرا سکے۔ اور اس میں بھی ہیرا پھیری کے گہرے راز پوشیدہ ہیں' صرف یو بی ایل کے حق میں بارہ ہزار ڈگریاں جاری ہو چکی ہیں جن پر عمل نہیں کیا جاسکا۔ پولیس اور بینکنگ سیکٹر میں بے لگام کرپشن کے باعث اثاثوں کی ضبطی اور ڈگریوں پر عملدرآمد کے امکانات بہت کم ہیں اور حکومت کو اس بارے میں نئے قوانین بنانے ہوں گے قرضوں کی تیز وصولی کے لئے پارلیمنٹ نے چھ جون سے قبل پانچ قوانین کی منظوری دی تھی لیکن ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ قوانین پر عملدرآمد کا ہے اور اس کی بنیادی وجہ بھی کرپشن ہے قبل ازیں بینکوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جاتا رہا ہے کہ سخت فور کلوژر قوانین بنائے جائیں تاکہ بینکس عدالتوں سے رجوع کئے بغیر نادہندگان کے اثاثے اور جائیدادیں اپنی تحویل میں لی جاسکیں لیکن حکومت نے سیاسی مصلحتوں اور اس حقیقت کے پیش نظر یہ قوانین نہیں بنائے کہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کی کثیر تعداد خود اربوں روپے کی نادہندہ ہے۔ مسئلہ صرف موجودہ حکمرانوں کے عزم اور ارادے کا ہے آج اگر وہ یہ ٹھان لیں کہ نادہندگان سے قرضے وصول کرنے ہیں ان کی جائیدادیں ضبط کرنی ہیں اور ناکافی ضمانتوں پر انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیجنا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سخت فور کلوژر قوانین نہ بن سکیں جبکہ بہت سے ممالک میں یہ قوانین موجود ہیں' حکمرانوں کو خدشہ ہے کہ ان قوانین کے بنانے سے وہ ارکان قومی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے ارکان کی ایک بڑی تعداد کی حمایت سے محروم ہو جائیں گے بلکہ ان کے اپنے لئے بھی مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔

دوسری بڑی وجہ "بزنس فرینڈلی گورنمنٹ" کی تاجروں' صنعت کاروں کی لابی ہے جو میاں نواز شریف کو اقتدار میں لانے کے لئے سرگرم عمل ہے ان میں بھی اکثریت قرضہ خوروں کی ہے' یہ لوگ کتنے بااثر ہیں اس کا اندازہ بزنس کنونشن میں وزیراعظم نواز شریف کی گورنر سٹیٹ بینک ڈاکٹر محمد یعقوب پر مجمع میں اظہار ناراضگی سے ہوتا ہے جب بعض تاجروں نے وزیراعظم سے شکایت کی تھی کہ سٹیٹ بینک کی مداخلت کے باعث بینک اور مالیاتی ادارے پراجیکٹ فنانسنگ نہیں کر رہے ڈاکٹر یعقوب نے وزیراعظم کی اس سرزنش پر ناراض ہو کر استعفیٰ بھی دے دیا مگر پھر انہیں منا لیا گیا حالانکہ ڈاکٹر یعقوب غیر معمولی طور پر "بزنس مین فرینڈلی" رہے ہیں۔ انہوں نے وزیراعظم نواز شریف کے دوست اور نشاط گروپ کے سربراہ محمد منشا کو بینکنگ کمپنیز آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے مسلم کمرشل بینک کا چیف ایگزیکٹو رہنے دیا تھا حالانکہ آرڈیننس کے تحت بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کارکن یا چیئرمین بینک کا چیف ایگزیکٹو نہیں بن سکتا' بعدازاں قوانین میں ترمیم کی گئی اور محمد منشا آج بھی ایم سی بی کے سربراہ ہیں۔

پاکستان کی بینکنگ انڈسٹری کا یہ سانحہ ہے کہ اب تک یہ طے نہیں کیا جاسکا کہ پھنسے ہوئے قرضوں کی مالیت کتنی ہے' معین قریشی کے نگراں دور میں یہ مالیت اسی ارب روپے ظاہر کی گئی تھی' ڈاکٹر یعقوب کے حالیہ بیان کے مطابق پھنسے ہوئے قرضے 143 ارب روپے کے ہیں جبکہ حکومت نے سٹی بینک کے تین ایگزیکٹوز کو تین سرکاری بینکوں کا سربراہ بنایا ہے ان کا کہنا ہے کہ ڈوبے ہوئے قرضے 250 ارب روپے کے ہیں جو بینکوں اور مالیاتی اداروں کے افسران نے حکومت کے عتاب کے خوف سے ظاہر نہیں کئے۔

پھنسے ہوئے قرضوں کی وصولی کے لئے سٹیٹ بینک کی

ترغیباتی سکیم بری طرح ناکام ہو چکی ہے سکیم کے تحت سات سال یا اس سے زائد عرصے کے نادہندگان کو اصل زر (پرنسپل اماؤنٹ) اور اس کا پانچ فیصد تین سال سے سات سال تک ڈیفالٹرز کو اصل زر اور سود کا بیس فیصد ایک سال سے تین سال تک کے نادہندگان کو اصل زر' اصل زر کا چالیس فیصد یا سود کا 75 فیصد (جو بھی کم ہو) ادا کرنا تھا سکیم میں عادی قرضہ چوروں کے ساتھ بڑی رعایت برتی گئی تھی مگر اس کے باوجود بڑے قرضہ چوروں نے قرضوں کی ادائیگی کے لئے بینکوں سے رجوع نہیں کیا ڈاکٹر محمد یعقوب نے ترغیباتی سکیم کا اعلان کرتے ہوئے بتایا تھا کہ 127 ارب روپے کے پھنسے ہوئے قرضوں میں سے ساٹھ فیصد یعنی 75 ارب روپے اصل زر اور بقیہ چالس فیصد یعنی 52 ارب روپے مارک اپ یا سود در سود کے ہیں حالانکہ ماہرین کے مطابق سود در سود کی رقم اصل زر سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ بینکوں اور مالیاتی اداروں نے سود کو بھی اصل زر میں شامل کر دیا ہے اور یہی اصل جھگڑا ہے جو بینکوں اور نادہندگان کے مابین چل رہا ہے جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے بینکس اور مالیاتی ادارے جمع شدہ سود در سود کو اصل زر میں شامل کر دیتے ہیں ترغیباتی سکیم میں ان عادی قرضہ چوروں کو فائدہ پہنچا جنہوں نے قرضے کی ایک بھی قسط یا مارک اپ ادا نہیں کیا تھا کیونکہ انہیں اصل زر کا صرف پانچ فیصد بطور سود ادا کرنا پڑا اور جو نادہندگان برسوں سے مارک اپ ادا کر رہے تھے انتہائی گھاٹے میں رہے' برسوں قرضوں کی قسطیں ادا کرنے والے قرض دار جو حال ہی میں ڈیفالٹر بنے تھے ان کی ادائیگیوں کو سود کے طور پر لیا گیا "ایماندار" قرض داروں کے حقوق پر ڈاکہ تھا جو ترغیباتی سکیم کی شکل میں ڈالا گیا جبکہ بے ایمان اور چور نادہندگان کو زبردست فائدہ پہنچایا گیا۔

150 ارب یا 250 ارب (پتہ نہیں کون سی رقم درست ہے) زیادہ تر قرضے بیمار یا بند صنعتوں میں پھنسے ہوئے ہیں صرف آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (اپٹما) کی 146 ٹیکسٹائل ملیں 26 ارب روپے کھا گئی ہیں جبکہ پورا ٹیکسٹائل سیکٹر پچاس ارب روپے سے زائد کا نادہندہ ہے ملک بھر میں اس وقت 4000 بیمار صنعتیں ہیں جن میں بینکوں اور مالیاتی اداروں کے 200 ارب روپے پھنسے ہوئے ہیں پرائیویٹ سیکٹر کے علاوہ سرکاری ادارے مثلاً" پاکستان سٹیل اور واپڈا بھی بینکوں کے اربوں روپے کھا گئے ہیں جن کی واپسی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ حکومت کے لئے ایک بڑا مسئلہ بیمار صنعتوں کی بحالی ہے جس کے بعد ہی پھنسے ہوئے قرضے وصول ہو سکیں گے اور بینکوں' مالیاتی اداروں کی حالت سدھر سکے گی۔

1- حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو پاکیزگی میں کیسے اعلیٰ مقام عطا کرے گا جو اپنے معاشرے کے کمزور کو اپنے طاقت ور سے حق نہیں دلا سکتی۔

2- حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ تم معروف کا حکم کرو' منکر سے روکو ورنہ اللہ تم پر برے لوگوں کو حکمران بنا کر مسلط کر دے گا۔ پھر تمہارے اچھے لوگ دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں قبول نہ کی جائیں گی۔

یہ روز روشن کی تیرگی ہے۔ یہ دل جلانے سے دور ہو گی
چراغ جاں سارے بجھ چکے ہیں۔ انہیں جلانے سے دور ہو گی
ہے ذکر رب الفلق ضروری۔ کہ حاکموں کی یہ صبح کاذب
حصار شب ہے یہ صرف شبنموں کے تازیانے سے دور ہو گی

حصول علم کا مقصد

(خطاب سرپرست اعلیٰ صقارہ نظام تعلیم' طلباء وطالبات صقارہ ہائی سکول)

دنیا اقوام عالم کا گلستان ہے۔ زمین کے مختلف خطوں میں' مختلف جتوں میں' مختلف علاقوں میں' انسان مختلف اقوام کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اور ہر قوم اپنی تہذیب اور اپنے کلچر سے اپنی علیحدہ شناخت رکھتی ہے۔ وہ جو کہا گیا ہے۔

ہر قوم راست راہے
دین و قبلہ گاہے

ہر قوم کے لئے کوئی راستہ ہے' کوئی Faith ہے' کسی بات کو بنیاد بنا کر وہ چلتی ہے۔ کوئی Goal ہے جسے وہ Achieve کرنا چاہتی ہے۔ کوئی نقطہ ہے' کوئی مقام ہے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتی ہے اس مقصد کے حصول کے لئے اقوام عالم اپنا لائحہ عمل تیار کرتی ہیں اور یہ مت بھولئے کہ اس لائحہ عمل کا حصہ فرد کی ایک ایک ادا ہوتی ہے۔ قومیں افراد سے بنا کرتیں ہیں اور ہر فرد کی ایک ایک ادا' اس کا لباس' اس کا انداز تخاطب' اس کا لین دین-------- یہ یونیورسٹیاں یا کوئی بھی نام لیں' وہ درسگاہیں جو نونہالوں کی تعمیر کرتی ہیں۔ درسگاہوں میں انسانی اذہان کی تعمیر ہوتی ہے۔ انسانی عقل کو پالش کیا جاتا ہے۔ انسانی خرد کو نئی نئی باتیں بتلائی جاتی ہیں۔ انسان کے پاس ایک نادر الوجود کمپیوٹر ہے ایسا کمپیوٹر ہر انسان کے دماغ میں فٹ ہے قادر مطلق کی طرف سے۔ کہ بیس پچیس سال پہلے ہم نے کسی انسان سے معاملہ کیا یا اسے دیکھا یا اس سے واسطہ پڑا اور برسوں بعد بیس پچیس سالوں بعد اچانک اس پہ نظر پڑتی ہے تو بغیر کسی توقف کے ہمارا ذہن وہ فائلیں الٹتا ہوا وہ صفحہ نکال کر یوں سامنے کر دیتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں کہ فلاں گلی' فلاں بازار' فلاں دکان پر اس شخص سے ٹکراؤ ہوئی تھی یا لین دین ہوا تھا۔ وہ ساری تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ یہ کمپیوٹر جو ہے اسے پاور کہاں سے ملتی ہے؟ یہ انسانی ذہن کا جو کمپیوٹر ہے جو نادر الوجود ہے اس کا پاور ہاؤس ہے انسان کا دل' جس طرح کی' جس وولٹیج کی منفی یا مثبت پاور اسے ملتی ہے۔ اس طرح کی تصویریں یہ پینٹ کرتا ہے اس طرح کی چیزیں یہ پک کرتا ہے جو اس طرح کی نہیں ہوتیں اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اسے جس طرح کی پاور آرہی ہوتی ہے اس طرح کی چیزیں یہ پک کرتا چلا جاتا ہے۔ اور جو اس پاور سے چیزیں Meet نہیں کرتیں وہ چیزیں یہ چھوڑتا چلا جاتا ہے۔ اب جو جو چیزیں یہ برین Brain کا کمپیوٹر پک کرتا ہے یہ پھر آگے آرڈر Release کرتا ہے۔ ہاتھوں کو' پاؤں کو' زبان کو' آنکھوں کو' یہ سارے اس کے ورکرز ہیں جو سارے اس کی اطاعت کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اب پاور منفی آرہی ہے' انکار کی آرہی ہے' کفر کی آرہی ہے۔ جہاں اسے اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات نظر آئے گی یہ اسے Reject کر دے گا۔ اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوگا۔ اسی طرح معاملات میں مثبت پہلو اختیار کرے گا جہاں منفی پہلو آئے گا اسے چھوڑ دے گا۔ اب جب اس کے احکام اعضاء وجوارح کو جائیں گے تو آگے تک ایک مثبت کردار کی تعمیر ہوگی اور وہ فرد کی جو تعمیر ہے افراد مل کر ایک قوم بنے گی اور یوں روئے زمین پر' صفحہ ہستی پر کسی قوم کی شناخت بنے گی۔ اس کا وجود بنے گا اگر اسے منفی پاور مل رہی ہے' انکار کی پاور مل رہی ہے' کفر کی پاور مل رہی ہے تو پھر یہ مثبت چیزوں کا انکار کرتا چلا جائے گا اور منفی چیزوں کو اختیار کرتا چلا جائے گا جیسے آج کی دنیا میں آپ دیکھ لیں کہ کفر کی اور منفی طاقتوں کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت اس کا ٹھیکیدار بزعم خود امریکہ ہے اور کس طرح سے امن قائم ہو رہا ہے اس وقت دنیا کے ایک سو تیس ملکوں میں پاکستان سمیت خانہ جنگی کی سی حالت ہے۔ قتل وغارت گری ہو رہی ہے۔ کہیں باقاعدہ فوج اور سول میں جنگ ہو رہی ہے۔ تباہ کر دینے والی چیزیں ایجاد کی جاتیں ہیں۔ سٹار وار تک کا نام لیا جاتا ہے بڑی عجیب بات ہے کہ سٹار وار (Star War) کا حاصل یہ تھا کہ کسی ملک کو تباہ کرنے کے لئے کوئی سیارہ یا کوئی ستارہ بلاسٹ کیا جائے جو اس پر گر جائے اور اس سارے خطہ زمین کو تباہ کر دے یہ وہ فکر ہے جو منفی پاور سے بن کر اس ذہن

میں آئی۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا حکمران جو امریکہ بہادر کا صدر ہے اپنی اکلوتی بیٹی کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف ایمان باللہ کی مثبت پاور ہے جس سے اللہ کی ذات کی پہچان ہوئی۔ تو اس مثبت پاور میں ایک عجیب اثر ہے کہ جہاں اس کا ظہور ہوا اس وقت خواہ وہ سارا معاشرہ منفی طاقت کے زیر اثر تھا اس کا آنا تھا کہ اثرات اس طرح بدلے کہ لوگوں کا قد کاٹھ وہی رہا' حلیہ وہی رہا لیکن لوگ بدل گئے۔ فکر بدل گئی' سوچ بدل گئی' خوشی و غمی کے معیار بدل گئے' اخلاق بدل گئے اور کردار بدل گئے اور ڈاکو جو لوٹنے والے تھے وہ اپنے گھروں کو اللہ کی راہ میں لٹانے والے بن گئے گمراہ جو راہ پر نہ تھے وہ لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

الحمدللہ! دنیا میں واحد قوم ہے مسلمان' ایک انوکھی اور عجیب قوم ہے جسے اللہ تعالیٰ کی مثبت طاقت نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر سے نصیب ہوئی ہے۔ یہ کتنا اللہ کا کرم ہے کہ کسی بھی زمانے میں روئے زمین کے کسی بھی گوشے میں اگر کوئی اللہ کا بندہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس کے قلب کی تار قلب اطہر رسول اقدس ﷺ سے پیوست ہو جاتی ہے۔ اب وہ کتنی Energy وہاں سے Gain کرتا ہے اپنے کمپیوٹر کو چلانے کے لئے' اپنے اس رشتہ الفت کو' رشتہ ایمان کو' استوار رکھنے کے لئے وہاں سے اس کے لئے قرآن وسنت کا اتباع' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت' عبادات' اخلاقیات' معاملات' معاشرت یہ ساری چیزیں جیسے جیسے اس مثبت پاور کے زیر اثر آتی ہیں' اعمال صالحہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ مزید پاور Gain کرنے کا سبب بنتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں حادثاتی طور پر نہیں ہوتی ہیں۔ ان کو جان بوجھ کر' سیکھ کر عمل کرنا پڑتا ہے تب بات بنتی ہے۔ یاد رکھیں کہ بغیر سیکھے صرف جہالت ملتی ہے کبھی جہالت کے لئے کوئی انسٹی ٹیوٹ نہیں ہوتا۔ بغیر محنت کئے جہالت ملتی ہے' علم ہمیشہ حاصل کرنے سے' سیکھنے سے' جاننے سے آتا ہے اور علم کا محل اور مہبط ہی قلب ہے۔ جہاں سے دماغ کو انرجی اور پاور جاتی ہے۔ جب اس کی ضرورت واہمیت کو محسوس کیا گیا تو ادارے بنے اور ان اداروں کی بنیاد خود رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی۔ جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے جو لوگ قید ہوئے ان کی رہائی کا فیصلہ ہوا فدیہ مقرر کیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ کچھ لوگ تو فدیہ دے کر چلے گئے کچھ ایسے بچ گئے جن کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا ان میں سے کچھ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ ہیں تو۔ تو فرمایا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں یہ ان کا فدیہ ہے۔ یہ پہلا مدرسہ تھا۔ یاد رہے کہ مشرکین مکہ نے دین نہیں سکھایا تھا مشرکین مکہ نے لکھنا پڑھنا سکھایا تھا اور یہ لکھنا پڑھنا بجائے خود علم نہیں ہے یہ آلہ ہے' ذریعہ ہے حصول علم کا۔ یہ لکھنا پڑھنا آجائے تو آدمی عالم نہیں بن جاتا علم ایک اور شے ہے اور یہ لکھنا پڑھنا جو ہے اس علم کو حاصل کرنے کا آلہ ہے یا ذریعہ ہے یا سبب ہے۔ تو علم کے امین تو خود رسول اللہ ﷺ تھے علم تو قرآن میں موجود تھا' علم تو ارشادات نبوی میں موجود تھا۔ لیکن لکھنا پڑھنا آجائے تو اس علم کو وہ بہتر طور پر حاصل کر سکتے تھے۔ زیادہ انرجی Gain کر سکتے تھے۔ زیادہ مثبت پاور Gain کر سکتے تھے۔ جس کے لئے بدترین دشمن اسلام' بدترین دشمن رسالت' کفار کی خدمات بھی حاصل کی گئیں یہ تھا پہلا مدرسہ' پہلا اسکول' پہلا انسٹیٹیوٹ جو قائم کیا گیا۔ تب سے لیکر آج تک کوئی ڈیڑھ صدی پہلے تک ہم اگر اپنے وطن عزیز کی بات کریں وہی لوگ' وہی پیغام' وہی افراد عرب سے' حجاز سے ہند میں آئے۔ کیوں آئے؟ انہیں اللہ نے صرف علم نہیں دیا تھا دردِ دل بھی دیا تھا اور جب کسی کا تعلق اللہ سے قائم ہوتا ہے تو یوں سمجھے کہ اس کا اللہ کی ساری صنعت سے بھی قائم ہو جاتا ہے۔ جب کوئی اللہ سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ کی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے جب وہ اللہ کو راضی رکھنا چاہتا ہے تو اللہ کے سارے گلشن حیات میں جو اس نے ترتیب دیا ہے اس

میں سے کجی اور فساد کو مٹانا چاہتا ہے چونکہ اس کا ارشاد ہے۔ لاتفسدوافی الارض۔ زمین کو ڈسٹرب نہ کرو خراب نہ کرو، چیزوں کو۔ جس طرح میں نے بتایا ہے اور جو سلیقہ ہے اس کے مطابق استعمال کرو۔ اب آپ اس جلسے میں تشریف لائے ہیں بچوں کا جلسہ ہے بہت خوبصورت اور بڑے اچھے پروگرام پیش کئے بچوں نے۔ اب اگر ہم کرسیاں ادھر ادھر پھینکنا شروع کر دیں، ایک دوسرے سے لڑنا شروع کر دیں تو ہمارا یہاں آنے کا یہ مقصد تو نہیں تھا اس ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ دنیا میں آکر ایک دوسرے کا جگر چاک کرنا، سر کاٹنا، خون بہانا، یہ کام نہیں تھا تمہارا تم اس کے لئے نہیں آئے۔ لاتفسدوافی الارض دنیا کو تباہ نہ کرو، اس میں فساد نہ ڈالو، اسے خراب نہ کرو۔ اب جنہیں وہ مثبت پاور نصیب ہوئی اس فساد کو روکنے کی فکر بھی اس کے ساتھ پیدا ہو گئی اور برصغیر میں جہاں بہت زیادہ فساد تھا پوری قوت سے آئے وہ لوگ اور یہ بوڑھا آسمان گواہ ہے کہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کافروں کو بھی امن، انصاف اور عدل نصیب ہوا اسلام کے زیر نگیں آکر۔ ورنہ کافر، کافر سے ہی انصاف نہ کر سکا ظلم کرتا تھا۔ ایک ہزار سال سے طویل تاریخ ہے اس زمین کے ذرے ذرے کو، ان پہاڑوں کی بلندیوں کو، ان دریاؤں کی روانیوں کو، ان ندی نالوں، نہروں کو ان گلشن اور گلزاروں کو، ہوا کے جھونکوں کو، نسیم سحر کو، باد بہاری کو، ایک ہزار سال سے زیادہ یہ دیکھنا نصیب ہوا کہ اس دھرتی کے لوگ فرشتے بن گئے اللہ کی محبت کے زمزمے گونجے اور سرزمین ہند جو بتوں کی آماجگاہ تھی اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے لئے سارے کی ساری عبادت گاہ بن گئی۔ بڑے بڑے نامور محقق، مفسر، جانباز، شہید، دلیر، جری، حق پرست اور حق باز پیدا کئے اس زمین نے۔ ہم سے جب اس قوت میں کمی آئی، وہ رشتے جب کمزور پڑے، جب لوگ عیش کے دلدادہ ہوئے، منفی چیزیں دل کو بھانے لگیں، مثبت حرارے کم ہوئے تو وہ دور تھا کہ روشنی بجھی اور تاریکی غالب آئی، ظلمت آئی، مغرب کے دیار کے ڈاکو آئے، لٹیرے آئے۔ جب جانیں لٹیں، مال لٹے، آبروئیں لٹیں، قومی وقار لٹے، آزادی لٹی اور ہماری پہچان لٹ گئی تو قوم کو مٹانے کے لئے انگریز نے۔۔۔۔ آپ دیکھ لیں مسلمانوں کے پاس اب بھی بڑی جاگیریں ہیں جو انگریز نے دیں۔ بڑے عہدے تھے جو انگریز نے دیئے، بڑی دولت تھی جو انگریز نے دی، بڑے انعامات تھے جو انگریز نے دیئے۔ سب کچھ وہ دیتا رہا لیکن ادارے نہیں دیئے Institutions تباہ کر دیئے اور اداروں میں سے مثبت روشنی کے حصول کے سارے ذرائع منقطع کر دیئے اسی پر اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا کہ۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی نسل کشی کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ بجائے انہیں ذبح کرنے کے انہیں ٹریک Track سے اتار دو۔ دوسرے راستے پر لگا دو۔ اپنے قومی تشخص سے الگ کر دو اور یہ تو اہل اللہ کی ہمت ہے اور علماء دین کی ہمت ہے جس کا آج قوم مذاق اڑاتی ہے۔ ان میں ایسے ایسے قیمتی لوگ تھے کہ جس کے جوتے کی خاک پر سے سارا ہندوستان قربان کیا جا سکتا ہے۔ کتنے عظیم لوگ تھے کہ جنہوں نے کسی غیر ملکی طاقت سے کچھ لینا قبول نہیں کیا اور جو بھوکے رہ کر، گھاس کے تنکوں پر سو کر، روکھی سوکھی کھا کر بسر کر گئے لیکن وہ سوتا جو اس مثبت طاقت کا تھا اس کو خشک نہیں ہونے دیا۔ یہ دینی مدارس، یہ دینی درسگاہیں، یہ ان کی محنت شاقہ کا ثمر اور یہ وہ تسلسل ہے کہ جسے انگریز کے جانے کے بعد اور آزادی کے حصول کے فوراً" بعد جس کی آمیزش کر دی جانی چاہئے تھی ہمارے تعلیمی اداروں میں تاکہ جو بچہ گریجویشن کر کے نکلتا یا ماسٹرز کی ڈگری لے کر نکلتا وہ اپنے مسلمان ہونے سے بھی باخبر ہوتا۔ اپنی اسلامی ذمہ داریوں سے بھی باخبر ہوتا۔ اپنے اسلامی اخلاق و کردار سے بھی باخبر ہوتا۔ وہ جرنیل بنتا، وہ گورنر بنتا، کمشنر بنتا وہ پولیس آفیسر بنتا جہاں بھی بیٹھتا وہ ایک مسلمان ڈاکٹر، مسلمان انجینئر، ایک مسلمان آفیسر، ایک مسلمان سپاہی، ایک مسلمان تاجر، ایک مسلمان قوم کا مسلمان فرد نظر آتا۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ کہ

اقتدار ان قوتوں کے حصے میں آیا جو روشنی سے گھبراتے تھے۔ جن کی ساری قوت ہی تاریکیوں میں پلی بڑھی تھی۔ جنہوں نے قوم سے غداری کر کے انگریزوں سے انعامات لئے تھے۔ جو مغرب کی درسگاہوں میں صرف اہل مغرب کی برتری سیکھ کر آئے تھے۔ جنھوں نے اپنی انا بیچ دی' قومی غیرت ہار دی' اپنی ذات سے بیگانہ ہو گئے۔ نہ ان کا کردار اسلامی رہا نہ افکار اسلامی رہے' غرض اسلام' اسلامیت' نور' روشنی' مثبت طاقت ان کے قلوب سے زائل ہو گئی اور وہ نام کے مسلمان رہ گئے۔ منفی طاقتوں کے نمائندے بن گئے' کارندے بن گئے' اقتدار ان کے حصے میں آیا۔

اب اقتدار چمگادڑوں کے حصے میں آئے تو وہ روشنی لانے سے تو رہیں کہ اس میں تو وہ خود اندھی ہوتیں ہیں ان کی اپنی نظر کام نہیں کرتی۔ لہٰذا وہ تاریکی بدستور چلتی رہی یہ ایک نہایت حقیر سی کوشش ہے۔ یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ بھی نہیں' اس سے بھی کم ہے چودہ کروڑ کی آبادی میں آپ کے پاس چودہ سو بچے بھی نہ ہوں تو آپ کیا کر رہے ہیں۔ ہمارا سسٹم آف ایجوکیشن اگر چودہ کروڑ کی آبادی کو' اگر چودہ سو بچے بھی نہ دے سکے تو سوائے اس کے ہم کچھ نہیں کر رہے کہ ایک شمع روشن کر کے ہم بیٹھے ہیں کہ اللہ اس قوم کو فکر دے۔

اگر یہ اپنی شمعیں روشن کرنا چاہیں' اپنے دیئے جلانا چاہیں تو یہ دیئے سے دیا جلا سکیں۔ کوئی بڑا تیر تو نہیں مار رہے' کوئی بڑا کام نہیں کر رہے سوائے اس کے کہ اس دور ظلمت میں' مغرب پرستی میں' مغرب کی اندھی تقلید میں' جہاں ہماری ذات گم ہو چکی ہے' غیرت کھو چکی ہے' شناخت کھو چکی ہے' دین کھو چکا ہے' ایمان کھو چکا ہے' آزادی ملی نہیں ہمیں۔ ہمیں آزادی کا فریب دیا گیا ہے' بلبل کو پکڑا جائے تو بڑا تڑپتی ہے' پنجرہ توڑنے کی کوشش کرتی ہے' اس کے پر خراب ہوتے ہیں سر زخمی ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ وہ اسے دانے پر بلاتے ہیں اور پھر ہم نے دیکھا ہے کہ وہ آزاد ہوتی ہے لیکن پکڑنے والے کے انگوٹھے پر بیٹھی ہوتی ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک دانہ ہوتا ہے اس دانے کو دیکھ کر اسی کے گرد' کوئی اس کے گرد پنجرہ نہیں ہوتا وہ آزاد ہوتی ہے لیکن ذہنی غلامی میں جکڑی ہوئی کہ اسے چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتی ہماری آزادی اسی بلبل کی آزادی ہے کہ ہم تھوڑے سے فائدے کے لئے اسی شاخ اسی ہاتھ پر بیٹھے ہیں جو اہل مغرب کا ہے۔ اسی سر میں گا رہے ہیں جو وہ سننا چاہتا ہے جس نے قید کیا تھا اس کا دل بہلانے کے لئے نغمے گاتی ہے اور خود کو آزاد سمجھتی ہے کہ میرے گرد پنجرہ نہیں ہے' اسی خود فریبی میں آج ہم ہیں۔ اس فریب کا طلسم تب ٹوٹے جب ہمیں وہ مثبت رونصیب ہو' ہمارے قلوب کو وہ مثبت طاقت ملے' ہمارے دماغ کے کمپیوٹر میں وہ شعور تو آئے کہ روشنی کیا ہے اور تاریکی کیا ہے۔ روشنی کے فوائد کیا ہیں' تاریکی کا نقصان کیا ہے۔ آزادی کسے کہتے ہیں۔ آزاد لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں...... ایرانیوں کے خلاف جہاد ہو رہا تھا امیر لشکر کے جوڑوں میں درد تھا وجع المفاصل کی تکلیف تھی۔ نہ ٹانگیں کام کرتی تھیں نہ ہاتھ کام کرتے تھے تو کہا کہ مجھے ایک اونچے کمرے میں بیٹھا دو جہاں سے سارا میدان کارزار نظر آئے۔ فوج میں خود لڑاؤں گا' ہوتا یہ تھا کہ جو کافر مارا جاتا تھا اس کا اسباب مارنے والا مجاہد لے لیتا تھا۔ ایک ایرانی شہزادہ ایک بدو کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا اور اس نے کروڑوں روپے کا تاج پہن رکھا تھا جواہرات سے مرصع۔ اس نے سب سے پہلے وہ تاج اٹھایا کہ گھوڑوں کے پاؤں تلے آ کے روندہ نہ جائے اور بھاگا بھاگا امیر لشکر کے حضور پہنچا اور وہ تاج پیش کیا کہ یہ سنبھال لیجئے یہ بہت قیمتی ہے کہیں گھوڑوں کے پاؤں تلے روند کر تباہ نہ ہو جائے انہوں نے رکھ لیا لیکن ہوتا یہ تھا کہ عموماً" وہ چیزیں اسی مجاہد کو ملتی تھیں تو وہ جانے لگا تو انہوں نے روکا' انہوں نے کہا کہ ٹھہر جاؤ تو اپنا نام تو مجھے بتا تا جا مجھے پتہ ہو کہ یہ کون لایا ہے اس نے رکے بغیر کہا جس کے لئے میں لڑ رہا ہوں وہ جانتا ہے میرا نام کیا ہے آزاد لوگ تو عجیب لوگ ہوتے ہیں' انہیں تو نہ دولت جھکاتی ہے نہ کسی کا مرتبہ' نہ کسی کی عظمت' محض اللہ کی عظمت کے معتقد ہوتے ہیں اور آزادی کی زندگی کا مزا ہی عجیب ہے جب تک یہ مزا چکھا نہ جائے کیا خبر کہ

آزادی کس کو کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ فریب ہوا ہم وہ بلبل ہزار داستان ہیں جو صیاد کے بازو پر بیٹھ کر وہ نغمے الاپ رہا ہے جو صیاد کو خوش کرنے کے لئے ہوں اور یہ ستارہ ایجوکیشن سسٹم ایک ہلکی سی ٹھونگ ہے اس بلبل کو' اللہ کرے وہ ہوش میں آجائے۔ ہمیں ان ننھے منے بچوں سے امیدیں ہیں' کتنے عجیب ہیں ہم لوگ! کسی کو صدر سے کسی کو وزیراعظم سے کسی کو محکمہ تعلیم سے کسی کو ملکی وسائل سے' کسی کو غیر ملکی وسائل سے' کسی کو بیرونی طاقت سے' کسی کو سیاستدانوں سے سیاسی قوت سے امید ہے۔ لیکن ہمیں اللہ گواہ ہے اپنے ان ننھے منے بچوں سے امیدیں ہیں کہ اللہ انہیں وہ شعور دے دے' ان کے کمپیوٹر کو وہ مثبت طاقت ملے اور معاشرے میں چودہ کروڑ میں چودہ سو' چودہ ہزار سہی کچھ افراد تو ایسے ہوں جو نگاہ مصطفوی ﷺ سے دیکھیں۔ جو جلال الٰہی سے میدان میں اتریں' جو صدق صدیقؓ سے بات کریں' جو عدل فاروقؓ سے انصاف کریں۔ جو حیاء عثمانؓ کے امین ہوں' جو علم علی المرتضیٰؓ کے مظہر ہوں۔ یہ چھوٹی سی کوشش اس لئے ہے کہ اللہ کرے کہ ہمیں' ہماری قوم کو آزادی کا شعور نصیب ہو جائے اور میں سمجھتا ہوں خوش قسمت ہیں وہ ماں باپ جن کے بچوں کو ستارہ ایجوکیشن سسٹم میں داخلہ ملا ہے۔ بڑھاپے کی لاٹھی یہی بچے بنیں گے' مثبت طاقت جن کے دلوں کو نصیب ہوگی۔ جن کے دلوں کو منفی قوتیں نصیب ہوتی ہیں ان کے والدین کا انتظار اولڈ ہومز کیا کرتے ہیں اللہ کرے اساتذہ کی یہ محنت رنگ لائے۔ احباب کی یہ کاوش' یقین جانئے یہ ان لوگوں کی محنت ہے جنہیں ان سے سوائے قوم کی اصلاح کے کوئی سروکار نہیں اور سوائے اللہ کی رضا کے جس کا کوئی مقصد نہیں۔ اس ادارے سے کوئی منافع نہیں کمایا جاتا ہے۔ یہ کوئی کاروباری ادارہ نہیں ہے۔ کوئی دولت نہیں کمائی جاتی۔ کسی سے شاباش لینے کی امید نہیں ہے بلکہ محض ایک درد ہے کچھ دوستوں کے دل کا جو ان اداروں کی صورت میں ڈھل گیا۔ اللہ اسے قبول فرمائے۔ اساتذہ کی محنت کو قبول فرمائے' بچوں کے مجاہدے کو قبول فرمائے' والدین کی توجہ کو قبول فرمائے اور ان ننھے منے بچوں کو اس زمین کی تقدیر بدلنے کا سبب بنادے (آمین)۔

بقیہ 1

ماحول میسر آئے' روحانی بالیدگی اور جذبوں کی فراوانی کا وفور ہو' منزل دو گام پر نظر آئے' نوجوانوں میں عقابی روح سرایت کر جائے اور آسمان پر کمندیں ڈالنے کے لئے ان کے قوی بازو بلند ہو جائیں۔ انشاءاللہ'

وما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

بقیہ 2

جب دنیا والے پکڑ کر کھینچ لائیں تو یہ دونوں باتیں محال ہیں۔

ہاں کشف الٰہیات جب ہوتا ہے تو نبی پاک ﷺ کی اطاعت سے ہوتا ہے آپ کی برکات سے ہوتا ہے اور اگر برکات نبوت انعکاسی طور پر نہ پہنچیں تو کشف حاصل ہو جاتا ہے کبھی فرشتے کو بھی دیکھ لیتا ہے دور ونزدیک بھی دیکھ سکتا ہے کسی لمحے۔ لیکن منازل سلوک اور ترقی درجات کا راستہ دریافت نہیں کر سکتا اور ساری زندگی بھی لگا رہے تو احدیت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ شیخ توجہ دے کر اسے احدیت تک نہ لے جائے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی اپنی محنت سے سفر کر کے وہاں تک پہنچے۔

تو یہ تھیں چند ابتدائی اور تعارفی باتیں کشف' مکاشفات اور مراقبات کے بارے میں۔ بہت بڑی نعمت ہے اللہ کی اس دنیا میں رہتے ہوئے خداوند عالم کوئی ایسا بندہ ملا دیں جو برکات نبوت کا امین ہو اور اس سے ہمیں استفادہ کرنے کی توفیق نصیب ہو اور دل میں وہ روشنی در آئے اور وہ حقائق منکشف ہوں جو بہ اتباع رسالت صرف ایمان کا ثمرہ ہیں اور جن کا منکشف ہونا ایمان کی دلیل بن سکتا ہے اور جس کو بطور دلیل اللہ کے رسول ﷺ نے قبول فرمایا ہے تو یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔

اصل دھماکہ 'نفاذ اسلام' بلا تاخیر

ڈاکٹر صفدر علی

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

اپنے آخری صحیفہ ربانی "قرآن کریم" میں اللہ تعالیٰ جو فیصلے صادر فرما چکے ہیں ان میں رہتی دنیا تک تغیر و تبدل ممکن نہیں، یہ مسلمان کا ایمان ہے، جس سے وہ کسی قیمت پر دستبردار ہونے کو تیار نہیں 'ایک ایسا فیصلہ یوں فرمادیا کہ "کفر اہل اسلام کا دوست نہیں ہو سکتا" اب کس کی مجال ہے کہ اس فیصلے کی تنقیص میں زبان دراز کر سکے یہ فیصلہ ہر شک و شبے سے بالا تر ہو کر کسی مزید تائید و تصدیق سے بے نیاز ہے اہل اسلام کے بارے میں اہل کفر کا رویہ اس اعلان کا منہ بولتا ثبوت ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کے مفاد کا ہر معاملہ نگاہ کفر میں ہمیشہ کھٹکتا رہا جس کی ہر رنگ میں مخالفت کفر کا شیوہ اور اولین ترجیح قرار پاتی رہی۔ اسی تناظر میں پاکستان کا حالیہ ایٹمی دھماکہ اہل اسلام کی جانب سے ایسا اقدام تھا جس سے باز رکھنے کے لئے کفریہ نمائندوں نے ارباب پاکستان پر ہر نوع کا دباؤ ڈالا مگر جس پر عمل در آمد ہماری ایسی مجبوری تھی جس کا کوئی ممکنہ متبادل نہ تھا۔

بلاشبہ یہ ایک اتنا بڑا اقدام تھا جس کے وقوع پذیر ہوتے ہی دنیا کے بعید ترین گوشوں میں موجود کفریہ ایوانوں میں زبردست زلزلوں کا ارتعاش محسوس کیا گیا جو ہنوز جاری ہے اس سے وقتی طور پر اگرچہ دشمنان اسلام کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں تاہم وہ اپنی فطرت سے باز نہیں رہ سکتے یقیناً" ان کے ہاں ابھی سے نئی حکمت عملی مرتب کی جا رہی ہوگی، جس کے لئے اہل اسلام کو بھی توڑ تلاش کرنا پڑے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل اسلام کی آستینوں میں موجود جوہری دھماکے سے کہیں زبردست اور موثر دھماکے کا سامان موجود ہے جو ان کی روایتی غفلت اور پہلوتہی کے باعث ابھی تک پوشیدہ چلا آرہا ہے یہ ہے "نفاذ اسلام کا دھماکہ" جس کے مقابل میں ایٹمی دھماکہ فی الحقیقت ایک معمولی پٹاخے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور در اصل اسی سے کفر خائف ہے کہ نفاذ اسلام کے دھماکے سے اگرچہ گرد و غبار اڑے گا نہ فضائیں آگ اگلیں گی نہ ہی تابکاری اثرات سے نوع انسانی کو خطرات لاحق ہوں گے بلکہ مسابقت کی دوڑ میں کفر کی بازی پر زد پڑے گی کفر کو جو رحمانی فکر کے مقابل شیطانی فکر کا علمبردار ہے کیونکر گوارا ہو کہ اسلامی فیوض و برکات سے اس کے استحصالی نظام کی بساط الٹ جائے' اس کی جس تجارت کا تمامتر دارومدار اور فروغ سودی سرمایہ کاری کا مرہون منت ہے اسے اسلام سے مضاربت واشتراک' پر مبنی تجارتی اصولوں اور نظام زکوۃ کے ہاتھوں منہ کی کھانی پڑے' اور بالآخر وہ اپنی موت آپ مرجائے' اس کا سحر ٹوٹ جائے اور انسانیت کو اس سے نجات حاصل ہو۔

بات بالکل واضح اور دو ٹوک ہے کفر کی زندگی کا انحصار پورے عالم میں افراتفری' ہیجان' توڑ پھوڑ' اور بدامنی پر ہے جبکہ اسلام عالم انسانیت کے لئے امن و آشتی کی ضمانت ہوگا جس کی آج ہمیشہ سے زیادہ ضرورت ہے اسلام کے جلو میں عدل و انصاف کا وہ دور رونما ہوگا جو جنگل کے اندھے قوانین جبر کو بہا لے جائیگا ظلم و جور کے نوکیلے ناخنوں سے مظلوموں کے تار تار ہونے والے دامنوں کی بخیہ گری ہوگی جس کی احتیاج میں صفحہ ہستی کی کثیر آبادیاں معجزوں کے انتظار میں لمحہ شمار کر رہی ہیں مجبور و مقہور سرنگوں انسانوں کو بار دیگر سربلندی و سرخوشی کی نوید ملے گی جو انہیں از سر نو مالک حقیقی کی ربوبیت کا قائل کردیگی سر پر غرور انکساری و خاکساری کے سبق دہراتے نظر آئیں گے اور بندگان خدا کے خاک آلود چہرے مسرت و شادمانی کی دمک سے باغ و بہار دکھائی دیں گے عریانی' فحاشی' بدقماشی' کے داغ دھل جائیں گے حیاء و غیرت اور عزت و عصمت کی پاسداری ہر ذی روح کا شعار بنے گی تقویٰ و پارسائی سے مقام و مرتبے کی مسندیں آباد ہوں گی خشیت الٰہی اقتدار کی باگ دوڑ کی شرط ہوگی اتباع نبیؐ کا ذوق شوق عام ہوگا۔

اس گئے گزرے دور میں بھی اسلام کی حقانیت اور اس کے دامن میں موجود فلاح انسانی کی نجات کے فطری اصولوں کے انمول خزانے پر کلی یقین رکھنے والے لوگ ابھی باقی ہیں جو بجا طور پر جانتے ہیں کہ اس وقت فضا اور حالات "نفاذ اسلام" کے لئے موزوں اور سازگار ہیں اور ہاتف غیبی اہل اسلام کو اس کے اعلان کی ترغیب دے رہا ہے اس پر

فوری عمل در آمد کی ضرورت ہے لمحہ بھر تاخیر کے بغیر۔ مزید پہلو تہی یالیت ولعل کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جس سے گزشتہ پچاس سال انحراف نے ہماری منزل کھوئی کی اور اقوام عالم کی نگاہوں میں ہمیں حقیر و بے مایہ بنادیا اب جس کے ہم متحمل نہیں ہوسکتے یہ فیصلہ کن اعلان اب ہو ہی جانا چاہیے اس کی اصل اہمیت اس اعلان کے بعد اجاگر ہوگی جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

لگتا ہے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا فیصلہ کن لمحہ بالاخر آ ہی پہنچا ہے وہ گھڑی جس کا صدیوں سے انتظار تھا تاریخ کا وہ موڑ جس کی آمد سے نفاذ اسلام اب ناگزیر ہوگیا ہے اس اقدام کے بغیر اب کفری قوتوں سے دو دو ہاتھ کرنا دشوار تر ہو چکا ہے کفر نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنے عزائم واشگاف کردیئے ہیں وہ اسلام اور اہل اسلام پر آخری کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کئے بیٹھا ہے انتہائی مجبوری کے بغیر کفر نے کبھی اسلام اور مسلمانوں کو برداشت نہیں کیا۔ مسلمانوں کے دینی میلان کو وہ اپنے حق میں زہر قاتل تصور کرتا ہے ماضی بعید و قریب کی تاریخ اس کی گواہ ہے جو حق و باطل کے مابین گرم و سرد آویزش کے کتنے ہی ادوار کا مشاہدہ کرتی آرہی ہے۔ جو علی الاعلان یا خاموشی سے ہر دور میں جاری رہی جس میں حق غالب بھی رہا اور باہمی انتشار کے باعث ہزیمتیں بھی اٹھانی پڑیں۔

الحمدللہ ایک طویل دور ظلمت اب رخصت ہونے والا ہے شب تاریک کے پردے سے ضیائے سحر کروٹ لینے والی ہے اس صدی میں اہل اسلام کی بیداری اور کفر کے تسلط سے رستگاری پیغام نوید بننے والی ہے خواب غفلت کا دور جاتا رہا اب جاگنا مقدر ہو چکا ہے۔ اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے مگر کفر کو یہ ذرا پسند نہیں وہ قافلہ اسلام کی راہ روکنے پر مصر ہے وہ اس تبدیلی کو چپ چاپ برداشت کرجانے کا روادار نہیں۔ وہ اپنے غلبے سے کسی صورت دستبردار ہونے پر تیار نہیں اپنے اقتدار کو بدستور برقرار رکھنے کے جنون نے اسے دیوانہ بنادیا ہے کل تک اس کے سامنے جھکنے والا مفاد پرست، مصلحت کیش، دوں ہمت، عیش کوش، دو کوڑی کا غلام اس کے سامنے تن کر کھڑا ہونے اور نگاہیں چار کرنے کی فکر میں ہے جو نہیں ہونا چاہیے اس طرح تو آقائی اور غلامی کے تصورات میں نقب لگ جائیگی اور کفر کی صدیوں سے جمع شدہ پونجی لٹ جائیگی۔

کفر اپنے غیر انسانی غیر استحقاقی منصب کو چھوڑنے پر تیار نہیں، ہر صورت سٹیٹس کو نصب رہنا چاہیے اب وہ زخمی درندے کی طرح اسلام اور اہل اسلام کو اپنے سرمایہ دارانہ طاغوتی پنجوں میں محصور رکھنے کے لئے تابڑتوڑ حملوں پر اتر آئیگا نئے نئے روپ دھار کر، پہلو بدل بدل کر وہ اپنی صنعتی برتری کے زعم باطل میں مبتلا ہے ہمیں اس میدان میں زک پہنچانے کی سوچے گا جدید سائنٹفک ہتھکنڈے وضع کریگا، سمعی وبصری، ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لائیگا اپنی مقصد برآری کی خاطر ان گنت محاذ کھولتا چلا جائے گا روایتی آلات حرب کے جدید ترین اڈیشنوں کی ہمارے بدخواہوں کو سپلائی، جوہری تحقیقات کے نئے سلسلے، ثقافتی آلائشات کی یلغار، حیا سے عاری تہذیبی اقدار، حریف انسانیت نظریاتی افکار کی توپیں ہماری جانب پھیردیگا عالمی امن و رواداری اور حقوق انسانی کے تحفظ کی آڑ میں گہری چالیں چلائیگا ہمہ رنگ زمین جال بچھیں گے مسحور کن، دلفریب، دیدہ زیب پھندے ہمارے گردو پیش کسے جائیں گے کہ سلامتی کی راہ میں ہماری دسترس میں نہ رہے کفر کی اس تمام انتھک مسلسل تگ ودو کا سبب اس کی وہ تشویش ہے کہ کہیں امت محمدیؐ حقیقی اسلامی کردار کے زور پر کفر کے نرغے سے نکل کر اس کے ہر سمت پھیلائے ہوئے ابلیسی تار و پود بکھیرنے کا باعث نہ بن جائے۔

ادھر عالم اسلام دعوئے اسلام کے باوجود بھی اپنے حقیقی محور یعنی نظام قرآن وسنت سے ہٹا ہوا اور باہم بٹا ہوا ہے صدیوں کی غلامی اگرچہ اہل اسلام کو اسلام سے کلیتہً بیگانہ تو نہ کرسکی تاہم قرآن کے واضح حکم ادخلوا فی السلم کافۃ کی مکمل اور غیر مشروط بجاآوری پر قادر نہ ہوا جاسکا۔ نماز، روزہ، حج کی ظاہری ہیئت تو برقرار رہی مگر یہ ارکان اس کی خفتہ روح میں اور آہستہ روخون کی روانی کے ساتھ جاری وساری نہ ہوپائے زکوۃ کا نصاب ذاتی و شخصی پسند کے مطابق جیسا تیسا چلتا رہا مگر اس عظیم رکن کی جامعیت کو اسلامی معیشت میں اپنا اصل کردار ادا کرنے نہ دیا گیا جو اسلامی بیت المال کے عدم وجود کے باعث تھا جبکہ جہاد کو بے وقت کی راگنی قرار دے کر خارج نصاب کردیا گیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ رسوم ورواجات کی پیروی میں خود آقائے دوجہاں کے اسوہ حسنہ اور طرز حیات سے اجتناب بڑھتا ہی چلا گیا جو آج کے مسلم معاشروں کی بودوباش سے بخوبی عیاں ہے، اس وقت ہم عملاً حضور ختمی مرتبت اور آپ کے صحابہؓ کی روزمرہ پاکیزہ معاشرتی زندگی کے اسلوب سے اکثروبیشتر کٹ چکے ہیں یہ دوری اور کنارا کشی ہمیں اسلام

سے بھی دور کر چکی ہے حالانکہ جب تک حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے اسلوب حیات کو اسلام کے چوکھٹے میں قرآن وسنت کے ساتھ ملا کر نہ رکھا جائے اسلام کے منفرد خصوصی آفاقی پیغام کی تصویر مکمل نہیں ہوسکتی یہ ایک بے لچک حقیقت ہے کہ اسلام کے تحت عملی معاشرتی زندگی میں دور اول والی سادگی اور سخت کوشی اختیار کئے بغیر اسلام کا تصور حیات تکمیل پذیر ہوتا ہے نہ مطلوبہ نتائج وثمرات دستیاب ہوسکتے ہیں موجودہ دور کے نام نہاد ترقی یافتہ غیر اسلامی معاشروں کی اندھادھند تقلید سے وہ اسلامی ماحول اور فضا کس طرح فراہم ہوسکتی ہے جس میں شجر اسلام کی مطلوبہ نشوونما ہوسکے اور مزعومہ ثمرات حاصل ہوسکیں۔

بحیثیت مکمل ضابطہ حیات اسلام تمام جہات زندگی کو محیط ہے ہر رخ انسانی پر یہ اسی صورت میں کارگر اور اثر انداز ہوسکتا ہے کہ جب قرآنی اصولوں کے قدم بقدم سنت نبویؐ اپنی تمام تر عملی تشریحات و تعبیرات کے ہمراہ موجود رہے' ورنہ آقائےؐ رحمت کی پاکیزہ جامع طرز حیات کو معاشرتی زندگی سے جدا کردینے کے بعد مجرد اصول وضوابط کبھی بھی وہ نتائج و ثمرات مرتب نہیں کرسکتے جو اسلام کا منتہائے مقصود ہے اور ہمارا تو یہ عالم ہے کہ ہم نے محض زبانی دعوے اسلام کو کافی سمجھ لیا ہے ورنہ عملاً "ہم نے قرآن کے اصول اختیار کئے ہیں نہ نبویؐ طرز حیات کو اپنانے اور عام کرنے کا اہتمام وانتظام کرتے نظر آتے ہیں پھر اسلامی و نبویؐ برکات سے اگر محروم ہیں تو حیرت کی کیا بات ہے پھر کیوں نہ ہم رضائے الٰہی اور خوشنودی نبیؐ برحق سے ہر آن دور ہوتے جائیں گے یہی وہ سنگین ودلخراش المیہ ہے جس کی جانب ہر کلمہ گو کو پوری سنجیدگی' دیانت داری' اور رشد ومد دل وجان سے مائل ہونے کی ضرورت ہے ورنہ نوشتہ دیوار ۔ بے حد عیاں ہے۔

بات مزید آگے بڑھانے سے بیشتر ایک بدیہی حقیقت کی نشاندہی اشد ضروری ہے جو کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے۔ قرآن حکیم غیر مبہم طور پر بتا چکا ہے کہ "الکفر ملت واحدۃ ہے" جو مختلف جغرافیائی وحدتوں میں متفرق ہونے کے باوجود اسلام اور اہل اسلام کے مقابل فی الواقع ایک "قوت واحدہ" کی شکل رکھتا ہے ان تمام یونٹوں کی اصل بلاشبہ ایک ہے جن کے اغراض ومقاصد یکساں ہیں اہل ہنود ہوں یا اہل چین' جاپانی ہوں' خواہ انگلستانی' فرانسیسی ہوں یا جرمن' روسی ہوں' یا امریکی یا ان کے دیگر سب حواری' دائرہ اسلام سے اگر باہر ہیں تو سبھی ہم نفس اور اندر سے ایک ہیں ایک فطرت ایک مقصد کے حامل' اسلام کی راہ روکنے اور مسلمانوں کو اسلام سے دور رکھنے میں سب کا مفاد مشترک ہے مگر ہم ہیں کہ اس حقیقت سے بے نیاز اور بے توجہ اس قرآنی تعلیم سے ہم نے کیا درس لیا۔ اس نکتے سے انحراف اور صرف نظر وہ سنگ گراں ہے جس نے ہماری منزل دشوار بنادی اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہمیں اپنے ہاں ایسے افراد آسانی سے مل جائیں گے جو کفر کے افکار وعزائم کے بارے میں انتہائی نرم گوشہ رکھتے ہیں ایسی شخصیات و طبقات جو معاشرے میں اہم مقامات کے مالک ہیں اور جب بھی موقع ملے کفر اور نظام کفر سے فیض یاب ہونے میں عار محسوس نہیں کرتے کفر سے مفادات و مراعات کے حصول میں دین وملت کو نظر انداز کرنے سے نہیں چوکتے اور چند روزہ حیات ارضی کو سنوارنے کی خاطر آخرت کو فراموش کرکے قوم ووطن کے خلاف زر خرید مہروں کا کردار ادا کرنے میں متامل نہیں ہوتے ان بکاؤ مال قابل نفرین لوگوں کے انتہائی مذموم کردار کا باعث خوفناک وتباہ کن ہوسکتا ہے ان ننگ ملک وملت افراد کے مسموم افعال پر کڑی نگاہ کی ضرورت ہے

پاکستان کو جوہری قوت کے حصول سے محروم رکھنا کفر یہ ملت کی اولین ترجیح تھی۔ جس کے نزدیک اس میدان میں پاکستان کی کامیابی سے مراد "اسلامی جوہری بم" تھا اس چیز کا عالمی سطح پر کس کس طرح پراپیگنڈہ نہ کیا گیا اس مقصد برآری کی خاطر کتنے ہی محاذوں کو بری طرح آزمایا گیا مگر بحمد اللہ کفر کی پیش نہ گئی اور ہر مساعی ناکام رہی۔ اللہ قادر مطلق نے بالآخر اپنے ایک بندے ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے کام لیا اور انہیں کامیابی کی سعادت سے سرفراز کردیا یہاں تک کہ ایک روز "اسلامی ایٹم بم" کے درخشاں رخ سے نقاب الٹ گئی اس میں وزیر اعظم نواز شریف کے بروقت جرات مندانہ فیصلے کا بھی وافر حصہ ہے۔ جس کے اعتراف میں بخل اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ ہونا چاہیے یہ حصول ہمارے لئے اور اس حوالے سے عالم اسلام کے لئے ایک بڑی کامیابی اور خوش خبری ہے اسے مزید آگے بڑھنا چاہیے۔ اس راہ کا ابھی بہت سا سفر باقی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ موزوں اور عمدہ طریقے سے جاری رہے گا (انشاء اللہ)۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایٹم بم کی خصوصی اہمیت اور اس کی دھماکہ خیزی کے غبار اور پس منظر میں دوسرے اہم امور کو مستور کردیا جائے اور ان کی غرض وغایت بھی نظروں سے اوجھل ہو جائے

س وقت قارئین کرام کی توجہ جوہری توانائی کے ہنگامہ خیز حرارت
ضوع سے بھی اہم تر معاملے کی طرف منعطف کرنا یقیناً" بے
ہوگا آیئے تھوڑا سا وقت اور توجہ وطن عزیز کی بنیاد بننے والے
ریے اور محرک "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی
سبذول کریں جس کا قرض گذشتہ پچاس برس سے قوم و ملک کے
ہے کیا یہ قرض چکانے کا ابھی وقت نہیں آیا یہ ذمہ داری کس کی
جاتی ہے قیام پاکستان کے بعد اس سرزمین پر نظام اسلام کے نفاذ
ر کرنے والی جماعت مسلم لیگ اتفاق سے اس وقت برسراقتدار
ے موجودہ ٹرم کا مینڈیٹ نظام خلافت راشدہ کے وعدوں کی بناء پر
راس وعدے کی تکمیل میں کونسی رکاوٹ ہے۔ کوئی قدرتی
ں ہے یا دانستہ حسب سابق اس سے گریز کا سلسلہ بدستور ہے قوم
بے حد نازک صورت حال درپیش ہے اندریں حالات شائد مزید
ل والا انداز اب کام نہ دے ہر شے کی ایک حد مقرر ہے جب
ٹنے کا مقام آجائے تو شکست وریخت کا عمل کسی بھی طرف رخ
ہے قوم و ملک کی قسمت سے کھیلنے کی کوشش حکمرانوں کو عموماً"
تی ہے کسی کے اقتدار کو دوام نہیں سوائے اللہ کی ذات کے اور
ت کے حوالے سے جو عہد پچاس برس قبل قوم کے سامنے باندھا
ور جس سے ہر حکومت نے پہلو تہی کی پھر بھی کسی کا اقتدار نہ بچ
ب موجودہ حکومت اس عہد کی تکمیل کے ذریعے اپنے اقتدار کو
مزید طول دے سکے ورنہ اب صبر و ضبط کے بندھن قائم نہ رہ
کون کسے الزام دے گا حکومت کو چاہیے کہ قوم کے صبر کی مزید
ں سے باز رہے۔
پاکستان کے جوہری قوت بننے کی خوشی کرنا یقیناً" قوم کا حق ہے
ں ہنگامی جوش و خروش اور جشن و محفل آرائی کی مدہوش کن
ں کمزور قومی پہلوؤں کی نزاکت کے ادراک و احساس سے چشم
لکہ بیگانگی حقیقت پسندی کے خلاف ہے اس حقیقت کو فوری
نے کی ضرورت ہے کہ اٹمی محاذ پر اپنی ناکامی کے بعد کفر اب نئے
عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوگا۔ مثلاً" پاکستانی معیشت کو ہر ممکن
ی انتہائی کوششیں جنہیں مالیاتی امدادی بندش' تجارتی پابندیاں'
اقتصادی عدم تعاون' واجب الادا قرضوں کی وصولی میں
لبات کی دھمکیاں' ڈراوے شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر

نامحسوس اقدامات کا سامنا کرنے کے لئے قوم کو کسقدر تیاری کی ضرورت ہے اور وہ کتنا ہوم ورک کر رہی ہے اس کا اندازہ حکومت کو بہتر ہو سکتا ہے۔

موجودہ کٹھن آزمائشوں کے سامنے یہ چیز زیادہ روح فرسا اور جگر سوز محسوس ہوتی ہے کہ آزادی کے پچاس برسوں پر محیط عرصہ ہم نے کس لاابالی پن۔ بے نیازی اور ہلڑبازی کے ماحول میں برباد کر دیا کہ تعمیر قوم و ملک کی جگہ یہ مملکت خداداد آج ایک ایسی شکار گاہ میں تبدیل ہو چکی ہے جہاں کوئی قانون نافذ ہے نہ کسی ضابطہ اخلاق کی پاسداری موجود ہے۔ بحیثیت ایک زندہ ذمہ دار مسلم قوم جو وقت اصول و ضوابط کی بالادستی اور حسن اخلاق کی سربلندی استوار کرنے میں صرف ہوتا اسے سب نے مل جل کر رائیگاں خوش وقتی کی تلاش میں کھو دیا نتیجتاً" ہم واقعتاً" ایک بامقصد' پر عزم' بااعتماد' اور ناقابل تقسیم و تسخیر مسلم قوم کے قالب میں ڈھلنے سے یکسر قاصر رہے۔ ہماری موجودہ انفرادی و اجتماعی فرض شناسی کا معیار کسی طور پر لائق ستائش اور اطمینان بخش نہیں۔ جائز و ناجائز کی بحث ہمیں ہمیشہ ناگوار لگی اور اسلام کے طے شدہ حرام و حلال میں امتیاز و اہتمام کو ہم کوئی حیثیت نہ دے سکے جسے ایک مسلم معاشرے کی صحت مند بنیادیں تعمیر کرنے میں خشت اول کا درجہ حاصل ہوتا ہے آج اس معیار کے شعور سے ہم قطعی بے بہرہ' بے اعتنا' اور غیر متعلق ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہم کسی مرحلے میں یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ہم ہر مثبت سوچ اور اعلیٰ پاکیزگی کردار کے ضروری عمل سے مکمل کنارا کشی اختیار کر چکے ہیں۔ ہم ہر بے جواز استحقاق کے رسیا ہیں۔ ناجائز طریقوں سے حصول زر و مال کی ہوس مسابقت میں ہمارا اسلامی تشخص پامال ہو چکا ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ الاماشاء اللہ ہم بنیادی اسلامی اقدار کی بیخ کنی میں بے حد جری ہیں ہمارے دامن انفرادی و اجتماعی معمولی اوصاف سے بھی تہی دامن ہیں۔ ہماری اسلامی جمعیت ٹوٹ پھوٹ کے گھاٹ اتر چکی ہے یہ وہ اذیت' وہ پر تشویش ناقابل تردید احوال و حقائق ہیں جن سے ہر چھوٹا بڑا دوچار ہے جن کا انکار ممکن ہے نہ کسی جوہری بم کے پاس ان کا علاج موجود ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ کارواں کے دل سے احساس زیاں مٹتا جا رہا ہے۔

آپ شائد اتفاق کریں کہ اس وقت سب سے بڑی قوم دوستی اور

وطن پروری یہ ہے کہ وزیر اعظم جناب نواز شریف اور عوام الناس سبھی کا جب ایٹمی قوت بن جانے کی خوشیاں منانے سے خوب دل بھر جائے (اگر بھر جائے) یا فرصت کی ایک آدھ گھڑی ارزانی ہو سکے۔ تو جذباتی کیفیت سے دم بھر کو باہر آنا شائد قوم وملک کے لئے فائدہ بخش ہو سکے بر انگیختہ جذبات سے مغلوب ہو جانا فطرت انسانی ہے ڈھول کی تھاپ جب ایک وزن اور تال کی ترتیب سے دل ودماغ پر چوٹ لگائے تو بھنگڑا' لڈی' دھمال' اور نعرہ بازی' جیسے بے اختیار اظہار ضروری ہو جاتے ہیں بھلا کون ہے کہ جو ان پر قابو پالے چلو خیر یہ سب کچھ پوری قوم کو مبارک' البتہ کبھی ان سے فراغت اور فرصت بھی تو نصیب ہو جاتی ہو گی اس وقت فرصت کے ان لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے اگر خود سے ایک سوال کیا جائے کہ اب جشن کے بعد کیا ہونا چاہیئے؟ تو کیا خیال ہے کیا ارباب اقتدار اور قوم کو خود سے کبھی کبھار اس نوعیت کے سوال پوچھنے نہ چاہئیں' شائد اس میں کوئی قباحت نہ ہو' یہ سوال ہے. بہت اہم کیوں بھلا بے رحم حقیقتوں کو جانچنا پرکھنا' ان سے آنکھیں چار کرکے ان کی سرگوشیوں پر کان دھرنا' اور پھر ملات کی پکار کا سنجیدہ روی سے غیر جذباتی جائزہ لینا کس کی ذمہ داری ہے۔ شائد ارباب اقتدار کی شائد عوام بے اختیار کی' شائد کسی کی بھی نہیں۔ ارباب اقتدار کے رویوں کا پچاس سالہ ریکارڈ زیادہ خوش آئند اور قابل فخر نہیں رہا شائد آئندہ ہو جائے خدا ہی جانے۔ عوام نے بھی آج تک قومی وملکی مراحل واحوال کی نبض پر کم ہی ہاتھ رکھا ہے ارباب اقتدار کے بروقت محاسبے کی ذمہ داری عوام الناس کم تر ہی ادا کر پائے ہیں ورنہ اتنے المیوں اور سانحوں سے قوم کا دامن یوں داغ دار نہ ہوتا دونوں طبقوں کو اپنے ماضی اور حال پر نگاہ رکھنی چاہیے

ہمیں نئی غلطیوں اور نامناسب فیصلوں سے اب چھٹکارا پالینا چاہیے۔ اس کے لئے قوم کو ارباب اقتدار کے قدم بقدم ہوش مندی' بیدار مغزی' اور باریک بینی سے کام لینے کا رویہ اپنانے کا تہیہ کرنا ہو گا کہ پورا وقت خوش باشی ہی کی نذر نہ ہوتا چلا جائے' ہمہ وقت ملے گلے سے مسائل حل ہوتے ہیں نہ گلے کے زور پر فرائض ادا ہوتے ہیں نہ ہی کمزور کوتاہیوں سے چشم پوشی انہیں دور کر سکتی ہے ایسی کمزوریاں اور کوتاہیاں جو شمار وقطار سے باہر ہوں۔

بے شک جوہری توانائی کا حصول ایک بڑی پیش رفت ہے ایک تاریخی لمحہ' ایک تاریخ ساز گھڑی' مگر یاد رکھئے یہ ہماری آخری ... نہیں' منزل کی راہ کا محض ایک اہم سنگ میل ہے اس سے آگے ... طویل مسافت باقی ہے خصوصاً" اب جبکہ چیلنجوں کے کتنے ہی ... ابواب کھلنے والے ہیں جن سے عہدہ برا ہونے کے لئے نئی نئی تد... حکمتیں تلاش کرنا پڑیں گی عالم کفر ہمارے جوہری دھماکے کے بعد ... دشمنی اور مسلم کشی میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو جائے گا اور ... خلاف نئے اقدامات کی منصوبہ بندی کر رہا ہو گا ہمیں بھی اس کی ... جاننے سمجھنے کے لئے زیادہ چوکس ہونا پڑیگا تاکہ اس کے عزائم ... آشکارا ہوتے رہیں جن کا مناسب توڑ کیا جا سکے اور ہم اس کے ... محفوظ رہیں اور منزل کی سمت ہمارا سفر جاری رہے اور کوئی ... سد راہ نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب سے اول ہمیں اپنی موجودہ بے ... سوچ سے چھٹکارا پانا ہو گا اپنے غیر حقیقی غیر اسلامی انداز فکر اور ... مصروفیات کا متبادل تلاش کرنا ہو گا۔ اس اصلاحی عمل کے دوران ... وسنت سے رہنمائی ہمارا اصل سرمایہ ہے اس وقت ہماری ... ضرورت اغیار کے وضع شدہ کفریہ نظریاتی پیمانوں اور ... معیارات عمل کو مکمل طور پر خیرباد کہہ کران کی جگہ قرآنی ... اور نبویؐ فکر و عمل سے رہنمائی حاصل کرنا ہے تاکہ دینی ... معاملات میں دورنگی اور دوہرے معیارات کی بیخ کنی ہو سکے ... شعبہ زندگی دینی روح اور اصول عمل کا نمونہ بن جائے آغاز ... بے دین (سیکولر) نظام حیات کو ترک کرنے سے جاری ہو گا ... یادگار کو سرزمین پاکستان سے رخصت کر کے اس کی جگہ "نظا... اور "نظام خلافت راشدہ" کی داغ بیل ڈالنے کے ساتھ ہی ... دھماکے سے بے انتہا بڑا امن وآشتی کا دھماکہ کر گزریں گے ... میں اللہ تعالیٰ کی نصرت' اعانت' اور استعانت کی ضمانت ... بشرطیکہ ہم بھی استقامت کا مظاہرہ کریں۔

یہی وہ واحد راستہ ہے جس سے ہم نے گذشتہ پچاس ... روگردانی کئے رکھی اور وطن عزیز میں نفاذ اسلام سے ... انحراف کا ارتکاب کیا اور اس قومی وملی جرم کی سزا میں ... ثمرات سمیٹنے پڑے' وطن عزیز دولخت ہوا انحطاط وگراوٹ ... میں ہم یہاں تک دھنس گئے کہ خیر وسلامتی کی تمام ...

ہو گئیں اب قدرت ہمیں ایک مزید موقع عطا کرنا چاہتی ہے بشرطیکہ ہماری نیت میں اخلاص ہو' اور ہمارے اداروں میں حسن عمل کے تقاضوں کو پورا کرنے کا عزم پایا جائے۔

جہاں تک نظام اسلام کی حقانیت اور صداقت کا معاملہ ہے یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ قرآن مجید جو عطائے رب کریم ہے نبیؐ رحمت کے قلب اطہر پر نازل ہوا جہاں سے یہ نعمت اہل اسلام کو تفویض ہوئی قرآن پاک کے ساتھ حضورؐ کی سنت مطہرہ شامل ہونے سے نظام اسلام کی تکمیل ہوئی گویا نظام اسلام قرآن وسنت پر محیط ہے۔ جس میں تین باتیں دعوت فکر دیتی اور اس نظام کی ہمیشہ کے لے صداقت 'حقانیت' اور قابل عمل ہونے کی دلیل بنتی ہیں وہ ہیں نظام اسلام کا1 "غیر متنازع" ہونا2 "غیر متبدل ہونا" اور3 "ناقابل تنسیخ ہونا۔"

1- "غیر متنازع" یوں کہ خطبہ حجتہ الوداع میں حضورؐ کی لسان حق نشاں نے مسلمانوں کی فوز وفلاح اور ہمیشہ راہ حق پر قیام کو کتاب وسنت سے مشروط اور خاص فرمادیا اور اسلام کے اس ابدی پیغام اور راہ حق پر مضبوطی سے جم جانے کی ہدایت فرمائی اور اسے مضبوطی سے تھامنا اہل اسلام پر لازم قرار دے دیا جس سے سرمو انحراف باطل ٹھہریگا پوری امت کا اس پر اجماع ہے جس میں قیل وقال کی ادنیٰ سی گنجائش موجود نہیں

2- "غیر متبدل" اس لحاظ سے کہ "کتاب وسنت" پر مبنی نظام کے سوا مسلم معاشروں میں اب کوئی بھی دوسرا نظریہ یا نظام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوا کسی دیگر طرز حیات سے مطلوبہ نتائج بر آمد نہیں ہو سکتے۔ جب بھی جہاں بھی نظام اسلام سے گریز کیا گیا اور جمہوریت' سوشلزم' کمیونزم' بادشاہت' شہنشاہیت' یا شخصی آمرانہ طرز حکومت کے تجربات مسلم معاشروں میں ہوئے یا ہو رہے ہیں ان کا انجام ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں ہوا گویا اس فطری نظام کا متبادل کوئی اور نظام کبھی ہوا نہ ہو گا۔ انسانی فکر' صانع حقیقی کی فکر اور منشاء کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتی

3- "ناقابل تنسیخ" اس لئے کہ نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا تو کسی نئی شریعت الہیہ کا دروازہ بھی پھر نہ کھلنے کے لئے بند کر دیا گیا۔ اس فیصلے کا اعلان خود خالق و مالک کائنات نے کر دیا جو اب انسانی دخل سے ماورا ہے۔ اسلام کو رب کائنات نے مکمل کر دینے کی نوید دے کر اس میں ادنیٰ سی ترمیم و تنسیخ کا حق بھی سلب کر لیا۔ اس جسارت کے مرتکب لوگ خسران عظیم اور ذلت و رسوائی سے دو چار ہوں گے اور جنہوں نے بھی اس سنگین جرم کا کبھی ارتکاب کیا وہ اسی انجام سے دو چار ہوئے

ہماری مسلم حکومتوں کے ارباب اختیار و اقتدار کا فرض منصبی اور اخلاقی و اسلامی ذمہ داری ہے۔ کہ جلد از جلد قرآن وسنت پر مبنی نظام حیات کے نفاذ کو یقینی بنانے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ انہیں یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ اس کی بجائے ذاتی یا جماعتی مفادات 'ترجیحات' یا مرغوبات' کے حصول کی خاطر ذراسی پہلو تہی کے مرتکب ہوں اللہ اور رسولؐ سے بغاوت کی راہ اختیار کریں انہیں جان لینا چاہیے کہ نظام اسلام اپنائے بغیر اغیار کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ محال ہے آج امت مسلمہ کے قلوب کی تطہیر اور نفوس کا تزکیہ سب اور اد سے بڑھ کر ضروری ہے جو اسی نظام کے زیر سایہ ممکن ہے۔ اسلامی طرز معاشرت اور تہذیب و تمدن ہی سے مسلمان کی کردار سازی کے لئے ضروری بنیادیں فراہم ہو سکتی ہیں۔ اعلیٰ و افضل اخلاقی حدود و قیود ہی کے بل پر دور جدید کی حیاسوز' غیرت ناآشنا' اور لطافت ناموس سے عاری بہیمانہ طرز معاشرت کی یلغار سے بچاؤ ممکن ہے اور امت مسلمہ ہنود ویہود و نصاریٰ کے برپا کردہ بحرانوں سے نجات پا سکتی ہے۔

جوہری توانائی کی اہمیت' افادیت' ضرورت اور اس کے حصول سے بھی انکار ممکن نہیں تاہم یہ بھی تسلیم کئے بنا مفر نہیں کہ اہل اسلام نے بارہا برتر سامان حرب سے لیس اور عددی کثرت کے حامل اعداء اسلام کے مقابل کامیاب دفاع کیا۔ اہل اسلام کی اصل قوت اللہ جل وشانہ پر مکمل بھروسہ 'کماحقہ اتباع نبی برحق اور جاں نثاری کے بے لوث جذبوں میں مضمر ہے جن پر تحفظ و بقاء کا حقیقی دارومدار ہے۔ بے شک قومی ملکی دفاع کے منصوبوں میں ایٹمی پیش رفت کو جاری رکھا اور ہر ممکن ساز و سامان فراہم کیا جائے یہ ضروری تاہم ثانوی اشیاء ہیں۔ ان سے بڑھ کر جو اصل مسئلہ ہے وہ قوم کو سیسہ پلائی دیوار بنانے کی ضرورت ہے اس سے ہمیں ایسی قوت نصیب ہو سکتی ہے کہ جس سے ہمارے سارے دشمن مرعوب ہو جائیں اور ہم سے ٹکرانے والی ہر شے پاش پاش ہو جائے۔ یہ سب کچھ "نفاذ اسلام کی چھتری" تلے ہونا ممکن ہے تاکہ ہمیں بیداری و ہوش مندی نصیب ہو۔ ہماری کایا پلٹ جائے پاکیزہ

باقی صفحہ 24 نمبر پر

کشف الٰہیات و شعبدہ بازی میں فرق

(حضرت مولانا محمد اکرم اعوان سالانہ اجتماع دار العرفان 86-7-23)

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھولہ قرین

رب جلیل نے شیطان کے انسان کے ساتھ روابط کا ایک انداز یہاں بیان فرمایا ہے کہ بعض انسانوں کو دائمی اور ہمہ وقتی صحبت حاصل ہو جاتی ہے شیطان سے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے یہ ان شیاطین کے علاوہ ہوتا ہے جو عمومی گمراہی کے لئے فضا میں ہوتے ہیں اور اسی کو قرین شیطان کہا جاتا ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ بھی پیدا ہوا ہوگا یا آپ کی ذات کو اس سے استثنٰی حاصل ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ہے۔ کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ پھر اس کا کیا ہوا آپ نے فرمایا جو میرے ساتھ ہے وہ شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ محبت رسالت کی برکت یہ ہے کہ ساتھ رہنا جس شیطان کو نصیب ہوا ہے وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

دوسرے انسانوں کیلئے رب جلیل نے ایک معیار مقرر فرما دیا ہے وہ ہے ذکر الٰہی۔ اگر تو انسان کو اللہ کا ذکر نصیب ہو جائے اور اس کے درجے ہیں سب سے کم تر ذکر کا درجہ یہ ہے کہ آدمی اسلام یا ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے دل میں اس کی تصدیق کرے۔ اگر زبان سے سارے تقاضے ایمان کے قبول کرتا چلا جائے سارے مطالبے اسلام کے مانتا چلا جائے، تصدیق قلبی ساتھ نہ ہو، دل میں وہ بات قرار نہ پکڑے، دل ذکر نہ کرے یعنی دل کا ادنیٰ ترین ذکر یہ ہے کہ جو اقرار ہم ایمان کا کرتے ہیں یہ اس کی تصدیق کر دے اگر یہ نہ کرے تو ہمارا اقرار دنیوی لحاظ سے رہ جائے گا عنداللہ اس کا ایمان قبول نہیں ہوگا یہ کمتر درجہ ہے ذکر الٰہی کا۔ جب کسی نے یہ بھی کھو دیا یعنی جب کسی کو ایمان باللہ بھی نصیب نہ ہوا تو دوسری صورت کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا اللہ فرماتا ہے کہ شیطان کو میں باندھ دیتا ہوں اور پابند کر دیتا ہوں تاکہ اس کے ساتھ ہمہ وقت رہے فھولہ قرین اور وہ شیطان جو اس کے ساتھ دن رات سوتے جاگتے سفر حضر کام کاج، بازار، عدالت ہر جگہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اسی کا نام شیطان قرین ہے اس کو قرین کہا جاتا ہے۔ اب یہ جو قرین شیطان ہے حدیث شریف میں اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ جس آدمی کے ساتھ رہتا ہے جب وہ آدمی مرجاتا ہے تو چونکہ یہ طویل العمر ہوتے ہیں، شیطان کی عمر ہزاروں سالوں کے حساب سے ہوتی ہے، سینکڑوں سالوں کے حساب سے نہیں۔ کیونکہ اصل شیطان کی عمر ہی قیام قیامت تک ہے۔ جب قیامت کا زلزلہ آئے گا صور پھونکا جائے گا تب اس کی موت واقع ہوگی تو اس کی طوالت عمر بطور وراثت کے اس کی نسل میں منتقل ہوتی ہے اتنی لمبی عمر نہ بھی جئیں تو ہزاروں سال جیتے ہیں۔

جب وہ آدمی مرجاتا ہے اور اسے دفن کر دیا جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے تو جہاں اجزائے بدن کا مرکز ہوتا ہے وہ ایک چھوٹی سی ہڈی ہوتی ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوتی ہے وہی مرکز ہوتی ہے اجزائے بدنی کا۔ اللہ کریم نے اسے مرکز قرار دے دیا ہے جہاں وہ ہڈی ہو اسی کو مرکز تصور کیا جاتا ہے اور اگر دفن کیا جائے تو وہ قبر میں ہوتی ہے اور اگر جلا دیں تو بھی کسی نہ کسی جگہ موجود ہوتی ہے وہ جلتی بھی نہیں ہے ایسی ہڈی ہوتی ہے۔ نہ ہضم ہوتی ہے کسی جانور کے معدے میں۔ تو جہاں وہ ہڈی موجود ہوگی وہاں قرین شیطان جب تک زندہ رہتا ہے وہیں موجود رہتا ہے جب دفن ہو گئے تو اس جگہ بیٹھا رہتا ہے اور جو جلا دیئے گئے اس جگہ پر جہاں مرکز ہو اس کے جسم کا وہاں رہتا

ہے۔ انسان کو رب جلیل نے مکلف کیا ہے آخرت کو ماننے کا تو آخرت کو جاننے کی استعداد اس میں رکھی ہے۔ کیونکہ جاننے کے بغیر ماننا فضول ہوتا ہے ماننے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا ماننے کے لئے جاننا شرط ہے۔ ایک بات کو آپ جانتے ہیں اسکا علم حاصل کرتے ہیں پھراسے رد کر دیتے ہیں یا قبول کر لیتے ہیں۔ اگر ایک بات کو جانتا ہی نہیں تو ماننے یا نہ ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو جب اللہ نے آخرت کی زندگی کو' برزخ کو' جنت دوزخ کو' ملائکہ کو اور اخروی زندگی کو ماننے کا حکم دیا تو جاننے کی استعداد انسان میں ودیعت کی۔

اس کے دو حصے ہیں ایک وہ قوت یا استعداد جو روح کو نصیب ہوتی ہے اور دوسری قوت وہ جو مجاہدے کے ساتھ ترقی کرتی ہے اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ جسے آپ مسمریزم یا ٹیلی پیتھی یا شعبدہ بازی کہتے ہیں اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ یہ لوگ انسانی جسم پر محنت کرتے ہیں۔ قوت متخیلہ پر محنت کرتے ہیں اس کو ایک مرکز پر منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ان سب کا بنیادی نقطہ ہے۔ اب ان میں سے ایک شعبہ ایسا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں میں ایک قوت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مسلسل نگاہ کو ایک نقطے پر بغیر آنکھ جھپکائے ہوئے مرتکز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سالوں کے حساب سے محنت کرنے کے بعد وہ پہروں ایک جگہ نگاہ رکھ کر دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان میں یہ قوت آجاتی ہے کہ منوں بوجھ پڑا ہے آدمی نے اس میں نگاہ کر دی اور جیسے جیسے وہ نگاہ اٹھاتا جائے گا وہ بوجھ زمین سے اٹھتا چلا جائے گا۔ کسی آدمی پر نگاہ گاڑ دیں تو جیسے جیسے وہ نگاہ پھیرتا جائے گا وہ آدمی بے اختیار ہو کر اسی کے ساتھ پھرتا جائے گا اسی طرح بعض اوقات ایسی قوت رکھنے والا کمزور انسانوں کے ذہنوں کو کنٹرول کر کے ان میں اپنی بات ڈال دیتا ہے وہ اس سے سوچتے ہیں اور اس کے حکم کے مطابق چل پڑتے ہیں اور جب یہ چھوڑ دیتا ہے تب اپنی مرضی کرتے ہیں۔ اس کو ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے یا کوشش کرتا ہے کہ میں ارواح کے ساتھ تعلق پیدا کروں لیکن روح کی قوت ایمان سے شروع ہوتی ہے لہٰذا جب ایمان نہیں ہوتا تو یہ جتنا مجاہدہ کرتا ہے اور وجود میں جو استعداد رکھی گئی ہے ان چیزوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی وہ جوں جوں ابھرتی ہے توں توں اس میں کشف اس شیطان کا اور قوت اسی شیطان کی اس میں منتقل ہوتی ہے۔ جو اس کا قرین ہوتا ہے۔

تو جیسا آج کل یورپ میں ہے کہ ارواح کو حاضر کر کے ان سے سوال جواب کئے جاتے ہیں۔ تو دراصل وہ ارواح نہیں ہوتیں وہ قرین شیطان ہوتا ہے اور ان لوگوں کو اس کے ساتھ بات کرنے کی قوت نصیب ہوتی ہے جو بغیر ایمان کے محض بدنی مشقوں کے مجاہدے سے اپنی قوت متخیلہ کو مرتکز کر لیتے ہیں تو انہیں ان شیاطین کے ساتھ ایک گونہ قرب حاصل ہو جاتا ہے جیسا قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ان الشیاطین لیوحون علی اولیاء ھم۔ جتنا جتنا کسی کو شیطانوں کے ساتھ قرب نصیب ہوتا ہے ان کو شیطانوں کے ساتھ باتیں کرنے کی طاقت ملتی ہے اور شیطان ان کے ساتھ باتیں کرتا ہے ان تک خبریں پہنچاتا ہے اور جو کچھ اس کے بس میں ہو وہ انہیں کر کے دکھاتا ہے۔

اس ضمن میں آپ کاہنوں کو لے سکتے ہیں کہ بعثت نبوی علی صاحب الصلواۃ والسلام کے وقت بھی علم کہانت زوروں پر تھا اور کاہن یہاں بیٹھے ہوئے سینکڑوں میل دور کی بات بعینہ اس طرح بتا دیتے تھے جس طرح وہ وہاں ظہور پذیر ہوتی تھی۔ بعض اوقات بڑی عجیب عجیب خبریں دے دیتے تھے تو یہ ہوتا اس لئے تھا کہ انہیں شیطان کے ساتھ ایک گونہ اتنی نسبت حاصل ہو جاتی تھی کہ وہ شیطان کی بات سن سکتے تھے اپنی سنا سکتے تھے۔ تو شیاطین سے چونکہ فضا پر ہے تو دور دور تک کی معلومات ان کے پاس ہوتی ہیں پھر شیطان کو سفر کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی روشنی کی رفتار کی طرح یہ سفر کرتا ہے اسی طرح یہ سنتا اسی طرح یہ دیکھتا ہے چونکہ یہ ناری ہے تو بہت دور دور کی باتیں آن واحد میں ان تک پہنچا دیتا ہے جسے وہ دوسرے لوگوں کو بتا کر متحیر کر دیتا ہے۔

یورپ میں جو ارواح کو حاضر کیا جاتا ہے تو وہ جسے آدمی کی روح سمجھتے ہیں وہ روح نہیں ہوتی بلکہ اس کا قرین شیطان ہوتا ہے اور چونکہ زندگی بھر اس کے ساتھ رہا پھر قرین شیطان کا حلیہ وہی ہوتا ہے جس آدمی کا وہ شیطان ہو اس کا لباس وہی نظر آتا ہے جیسا زندگی میں وہ شخص پہنا کرتا تھا اس کے بات کرنے کا انداز اور

اس کالب ولہجہ وہی ہوتا ہے جو اس آدمی کا ہوا کرتا تھا زندگی میں تو اس کی طرف سے وہ شیطان جو جواب دیتا ہے تو یہ عامل لوگ جو شیطانی عملیات کر کے محض ارتکاز توجہ کی وجہ سے شیطان سے ایک گونہ تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں اس شخص کی روح بتا رہی ہے اور وہ روح حاضر ہے۔ ارواح پر جو ایمان ہے ہمارا اور جو خبر دی ہے مخبر صادق ﷺ نے وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح یا تو علیین میں ہے یا سجین میں۔ اس کی قبر یا دوزخ کا گڑھا ہے یا جنت کا باغ۔ تو جو ارواح نجات پا گئے اور جنت کے باغ میں چلے گئے اگر انہیں دنیا والے پکڑ پکڑ کر بلاتے رہیں تو ان کا جنت میں رہنا کیا ہے اس جنت کی کیا تعریف ہو سکتی ہے جہاں سے جس کا دل چاہے پکڑ کر لے آئے۔ اگر یہاں ہمیں یہ خطرہ ہو کہ کوئی اختیار نہیں ہے علاقے کا جو آدمی آئے گا پکڑ کر لے جائے گا ہم سے کہے گا کہ گھر کی باتیں بتاؤ' باہر کی بتاؤ' یہ بتاؤ' وہ بتاؤ تو یہاں رہنے کو کسی کا جی چاہے گا۔

جنت سے پکڑ کر لانا کسی کو اس لئے ممکن نہیں ہے کہ یہ جنتیوں اور جنت کے مزاج کے خلاف ہے اور جو دوزخ میں گرفتار بلا ہیں انہیں دوزخ سے پکڑ کر باہر نکالنا بجز اللہ کے کسی کی جرات نہیں۔ اگر چند لمحے بھی انہیں کوئی شخص دوزخ سے نکال کر دنیا پر لے آئے تو وہ تو ان کی انتہائی تمنا ہوتی ہے کہ کوئی لمحہ ہمیں کوئی اس عذاب سے باہر نکال لے جائے اور کافر کافر کو بھلا دوزخ سے کیسے نکال سکتے ہیں۔ یعنی دوزخی پابند سلاسل ہوتے ہیں کہ وہ نکالے نہیں جا سکتے اور جنتیوں کا احترام ایسا ہے کہ کوئی انہیں پکڑ کر لا نہیں سکتا تو ارواح کو دنیا میں حاضر کرنے کا تصور ہی سرے سے بہتان ہے۔ اور جتنا سلاسل تصوف میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ جنہیں برزخ کے مکاشفات ہوتے ہیں وہ اپنی روح کو وہاں حاضر کرتے ہیں ان کی ارواح کو پکڑ کر نہیں لاتے تو جن ارواح کو یہ استعداد ہوتی ہے کہ وہ برزخ میں اللہ کریم انہیں قوت دیں کہ وہ برزخ میں جا سکیں تو وہ روحیں وہاں حاضر ہوتی ہیں ان کو پکڑ کر یہاں نہیں لاتیں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے دنیا میں روح میں یہ قوت پیدا کر لی ہوتی ہے قوت پرواز عطا ہوتی ہے اور کم از کم یہ منزل فنا بقا سے آگے آگے ہے۔ تو جو روح دنیا میں سفر کرنے کی استعداد لے جاتی ہے برزخ میں جا کر اس کی قوت بڑھ جاتی ہے لیکن وہاں سے پکڑ کر کوئی نہیں لا سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی جگہ تشریف لے جائے اس پر کوئی مسلط نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسے کھینچ کر لے جائے۔ یہ محال ہے شرعاً محال ہے۔

تو یہ جو یورپ کی پریکٹس آج کل مشہور ہو رہی ہے کہ مختلف اعمال کرنے سے اور آپ دیکھئے گا کہ ان کے جتنے اعمال ہوتے ہیں وہ شیطانی ہوتے ہیں اور جوں جوں کوئی برائی کرتا ہے توں توں اسے شیطان کا زیادہ قرب نصیب ہوتا ہے۔ تو اس طرح ان میں ایک قوت آجاتی ہے۔ جب کسی خاص شخص کا نام لے کر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی وہ توجہ اسی قرین شیطان کے ساتھ جا کر ملتی ہے جو ساری عمر اس شخص کے ساتھ رہا اس کی طرف سے وہ جواب دیتا ہے جس سے وہ اس کی روح کے جوابات سنتے ہیں۔ یہی حال کفار کے مجاہدے کا ہے جب وہ مجاہدہ کرتے ہیں اور بڑے سخت مجاہدے کرتے ہیں۔ جس میں لیٹ نہیں سکتے صرف بیٹھ سکتے ہیں اور پھر مخصوص غذا بہت تھوڑی سی روزانہ لیتے رہنا کسی کو دیکھنا نہیں' کسی سے ملاقات نہیں کرنی' کسی کی بات نہیں سننی' اس طرح سے توجہ کو مرتکز کرتے رہتے ہیں لیکن وہ ساری محنت انہیں قرین شیطان تک لے جاتی ہے۔ اس سے آگے کوئی راستہ نہیں ہوتا اور جو کچھ دنیا میں شیطان کے بس میں ہے جو کچھ وہ کر سکتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس طرح ان سے مختلف شعبدے ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات دور کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ حالات بیان کر دیتے ہیں آنے والے سے کہتے ہیں تمہارا فلاں نام تمہارے باپ کا فلاں نام ہے اور یہ کوئی بڑی عجیب بات نہیں ہے۔

اس کے مقابلے میں جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے اس کے بعد باقاعدہ ذکر الٰہی نصیب ہوتا ہے اور ذکر الٰہی باقاعدہ سے مراد ہے کہ وہ ذکر کرتے ہوں اور ایسے شخص کے پاس کرتے ہوں جو برکات نبوت کا امین ہو اور اس مجاہدے اور ذکر الٰہی کے ساتھ منعکس کر کے ان برکات کو ان کے قلوب میں سمو دیتا ہو تو اس کی پہلی منزل ہی کشف الٰہیات سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بغیر جو

کشف ہوتا ہے اسے کشف کونی کہتے ہیں یعنی جو کچھ عالم کون ومکان میں ہو رہا ہے دور ونزدیک مادی اور حسی دنیا میں وہ بغیر مادی وسائل کے قوت باطنی سے وہ اسے دیکھ لے یا سن لے اس کے لئے ایمان شرط نہیں۔

بعض مسلمان بھی مجاہدے کرتے ہیں بغیر شیخ کے کرتے ہیں اور بغیر روحانی توجہ اور روحانی مقامات کو جانے ہوئے کرتے ہیں تو نرا مجاہدہ کرنے سے انہیں یہ حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ آنکھ بند کر کے دور کی چیز کو دیکھ لیں۔ میں مراقبات فنا بقایا سالک المجذوبی کیا کرتا تھا یہ ترسیٹھ کی بات ہے غالباً" تو ایک شخص میرے پاس آیا وہ ازخود مجاہدہ کیا کرتا تھا مجھے اس نے یہ بات عجیب بتائی میرے پاس وہ اس لئے آیا کہ آپ مجھے توجہ دیں اور ذکر الٰہی سکھائیں تو میں نے اسے ساتھ بٹھا کر توجہ دی اس سے اس کا سارا مجاہدہ جاتا رہا۔ ایک بار پھر توجہ دی چلا گیا جب تیسری بار آیا تو اس نے بڑی منت کی وہ کہنے لگا کہ اہل اللہ تو بڑے دریا دل اور سخی ہوتے ہیں میں نے کہا کہ میں تمہاری بات نہیں سمجھا وہ کہنے لگا آپ نے میرا حال سلب کر لیا ہے میں نے کہا خواہ مخواہ میں نے کیا سلب کیا ہے تجھے لطائف سکھائے ہیں توجہ دی ہے کہنے لگا میں بڑا مجاہدہ کرتا تھا آپ نے میری قوت چھین لی کہ میں آنکھ کرتا تھا تو مجھے ساتھ والا کمرہ اس طرح نظر آتا تھا جیسے اس کے اندر کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہوں لیکن وہ تو اب سب کچھ چلا گیا تو میں نے کہا کہ یہ تو تمہاری جہالت کی وجہ سے گیا۔ وہ جو تمہارا حال تھا وقتی تھا اور فیض ظاہری اعتبار سے تھا جب اس پر القا کیا گیا تو بالکل وہی حال ہوا جیسے کوئی چھوٹا سا نالہ بہہ رہا ہو اور آپ اس پر سے دریا گزار دیں تو آگے توقع نہ رکھیں کہ وہ نالہ باقی رہ جائے گا وہ تو اس میں سمو گیا تو اگر تم مجھے پہلے بتا دیتے تو میں توجہ تم پر اس طرح سے کرتا جو قوت تم میں موجود ہے اس میں مزید اضافہ ہو۔ جب تم نے مجھے بتایا نہیں تو میں نے توجہ اسی طرح سے کی کہ جو کچھ تم میں ہے اسے صاف کر دوں اور ایک نئی بنیاد رکھ دوں تو اب تو وہ میرے بس میں بھی نہیں ہے کہ تجھے لوٹا دوں۔ جو کچھ تھا چلا گیا اب میرے اختیار میں بھی نہیں ہے کہ تجھے لوٹا دوں۔ ہاں تو پہلے بتا دیتے تو میں توجہ اس طرح سے کرتا کہ ایسی خوبی جو تمہارے وجود میں ہے اس پر مزید قوت القا کر کے اسے اس سمت لگا دیا جائے اس سمت میں تو تمہیں پہلے دن مراقبات ہو جاتے۔ تو بات شاید وہ سمجھ سکا یا نہ سمجھ سکا اس کے بعد وہ پھر نہیں آیا اس کے ذہن میں یہ تھا کہ اس نے بخل کیا ہے اور مجھ سے میری فقیری چھین لی ہے۔ حالانکہ بات ایسی نہیں تھی اور نہ اس کے پاس فقیری تھی۔ محض ایک قوت تھی جو مجاہدہ کر کے اس نے اپنے وجود میں پیدا کر لی تھی اور اس کا تعلق وجود سے تھا۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ اگر وہ بتا دیتا بجائے اس کے کہ اسے صاف کیا جاتا یا واش آؤٹ کیا جاتا۔ اسے بنیاد بنایا جا سکتا تھا۔

اس طرح حضرت جی رحمتہ اللہ نے بعض آنے والے ایسے لوگوں سے جو اس سلسلے میں مجاہدہ کر رہے ہوتے تھے۔ پوچھا کرتے تھے۔ کہ اس سے پہلے تجھے کوئی کمال حاصل ہے کوئی بات تمہارے وجود میں ہے تاکہ اسے اس اچھی طرف لگا دیا جائے یہ نہ ہو کہ وہ بھی صاف ہو جائے۔ تو یہ قوت آدمی مجاہدے سے پیدا کر سکتا ہے اور کافر اور مومن کا اس میں سوال نہیں ہے۔ سوال انسان ہونے کا ہے انسان میں بنیادی طور پر یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ مجاہدہ کرے تو دل اس کا اتنا لطیف ہو جائے۔ ایسی طاقت حاصل کرے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسے دیکھ سکے سن سکے دور ونزدیک سے۔ پھر وہ اپنی اپنی قوت ہوتی ہے بعض دن بھر میں کسی لمحے دیکھ سکتے ہیں۔ بعض زیادہ وقت دیکھ سکتے ہیں بعض تھوڑی دور تک دیکھ سکتے ہیں بعض زیادہ دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ اسی میں ایک قوت اور آ جاتی ہے کہ قوت متخیلہ کو اتنا مضبوط کیا جائے کہ وہ جسم کے سارے جتنے عوامل ہیں ان پر کنٹرول کر لیتی ہے اور وہ لوگ سانس روک لیتے ہیں حتیٰ کہ دل کی دھڑکن تک رک جاتی ہے اور پھر امتحاناً" وہ ایک دوسرے کو دفن کر دیتے ہیں بعض کے حالات میں نے پڑھے ہیں تین تین گھنٹے مسلسل اور بعض تو نو گھنٹے مسلسل چھ چھ سات سات فٹ زیر زمین دفن کر دیئے جاتے ہیں اور آٹھ سات گھنٹے کے بعد زمین کھود کر ان کو باہر رکھا جاتا ہے تو وہ انہوں نے قوت متخیلہ کو ہدایت دے رکھی ہوتی ہے کہ اتنے گھنٹے بعد میرے جسم کے عوامل جو ہیں اپنا کام شروع کر دیں تو ازخود وہ ساری مشینری پھر چلنے لگ جاتی ہے۔

اسی طرح افریقہ کے بعض قبائل میں یہ رواج ہے کہ وہ خاندانی طور پر ہر پیدا ہونے والے کو مجاہدے کراتے ہیں اس میں یہ طاقت آجاتی ہے کہ پھر جب وہ جنگلوں میں اور دور ونزدیک جاتے ہیں تو گھر والوں سے وقت مقرر کر جاتے ہیں کہ روزانہ اتنے بجے میں تم سے بات کروں گا تو وہ جہاں بھی ہوتے ہیں وہ وہاں مراقبہ کر لیتے ہیں۔ گھر والے یہاں مراقبہ کر لیتے ہیں یہ اپنی بات اسے منتقل کر دیتا ہے اور وہ وہاں کی بات اسے منتقل کر دیتا ہے وہ ایمان سے آشنا نہیں ہیں۔ الہیات سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن یہ قوت ان میں موجود ہے جس پر آج کل روس بھی ریسرچ کر رہا ہے کہ ایسے آدمی تیار کئے جائیں جو بغیر کسی کمیونیکیشن کے' بغیر کسی آلے کے بات منتقل کر سکیں تاکہ ان کی بات راستے میں کوئی پکڑ نہ سکے۔ جو بات مشین سے منتقل کی جاتی ہے اسے مشینیں راستے میں سن سکتی ہیں لیکن جو اس طرح منتقل ہو گی اسے سننے کے لئے کوئی ایسی قوت ہی چاہئے ہو گی۔ تو یہ ساری باتیں جو ہیں یہ اس قوت سے لی جاتی ہیں جو دراصل انسان کو دی اس لئے گئی ہے کہ وہ آخرت کو اور الہیات کو اور دین کے ان ارشادات کو جن کے ماننے کا حکم دیا ہے جان سکے لیکن انہیں جاننے کے لئے بنیاد ہے ایمان اور پھر استفادہ کرنا برکات نبوی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام سے ان کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں ہے جب یہ نہیں ہوتا تو پھر اس کے ساتھ وہ قرین شیطان لگ جاتا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین۔ شیطان اس کے ساتھ مستقل رہتا ہے پھر والہ لیصدون عن السبیل۔ جتنے لوگوں کو شیطانی قوتیں حاصل ہوتی ہیں یہ ضروری بات ہے کہ وہ سارے بدکار ہوتے ہیں اور آپ عامل حضرات کی زندگیوں کو قریب سے مطالعہ کر کے دیکھ لیں سارے بدکار ہوتے ہیں اور جتنا جتنا کوئی زیادہ بدکاری کرتا ہے جتنا زیادہ جھوٹ بولتا ہے' جتنا زیادہ حرام کھاتا ہے اتنی زیادہ شیطانی قوتیں اسے حاصل ہوتی ہیں۔ بلکہ میں ان کے حالات دیکھتا رہتا ہوں اس حد تک یہ جاتے ہیں کہ خود رفع حاجت کر کے اپنا پاخانہ کھا لیتے ہیں اس حد تک یہ جاتے ہیں غلاظت اور حرام کھانے میں شیطان کے ساتھ زیادہ قرب پیدا کرنے میں تو وہ اسے برائی کی طرف لے جاتا ہے۔

یحبون انھم مھتدون اور وہ سمجھتے ہیں کہ میں بالکل ٹھیک کر رہا ہوں اور میں لوگوں سے اپنا لوہا منوا رہا ہوں۔ میرے پاس یہ جو کمالات ہیں یہ میرے حق پر ہونے کی دلیل ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں انہیں پتہ اس وقت چلے گا۔ حتی اذا جاء ناقال یلیتنی بینی وبینک بعد المشرقین جب میدان حشر میں یا برزخ میں پہنچے گا تب وہ کہے گا اسی قرین سے اے کاش کہ تیرے اور میرے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب میں ہے کبھی نہ مل سکتے ہم کبھی اکٹھے نہ ہو سکتے۔ مشرقین کا تصور یہ ہے کہ وہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ تو وہ تمنا کرتا کہ اے کاش تو اور میں کبھی جمع نہ ہو سکتے کبھی یکجا نہ ہو سکتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ فبئس القرین بہت برا ساتھی ہے۔

تو یہ وہ کمالات ہیں جو انسانی وجود کو بغیر ایمان کے بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ایک دفعہ ہوا یہ کہ ہم وہاں فصل صاف کر رہے تھے تو ایک جگہ سے سانپ نکلا عموماً" جب فصل جمع کی جاتی ہے تو اس میں گھس جاتے ہیں سانپ چوہے یہ چیزیں تو میں نے اسے ایک بوتل میں بند کر دیا اور مجھے سانپوں کے دم دم نہیں آتے بس مزاج ایسا ہے بوتل لی اور سوئی لی اسے کہا اس میں گھس جاؤ تو وہ گھس جاتا ہے تو اس پر کپڑا باندھ کر میں نے لٹکا دیا تو کوئی تقریباً" ڈیڑھ فٹ دو فٹ کے قریب ہو گا انگلی برابر موٹا سفید رنگ کا سانپ تھا لیکن وہ اتنا غصیل تھا کہ وہ بوتل لٹک رہی تھی درخت کے ساتھ تو راستے میں سے کوئی آدمی گزرتا تو وہ اس بوتل میں بھی زور کرتا تھا۔ تو یہاں کچھ خانہ بدوشوں نے جھگیاں لگا رکھی تھیں تو ایک خانہ بدوش آگیا انتہائی منحوس انتہائی کریہہ انتہائی گندہ اور غلیظ کہنے لگا۔ ملک صاحب سنا ہے آپ نے کوئی سانپ بند کر رکھا ہے تو ہم غریبوں کا یہ روزگار کا مسئلہ ہے سانپ سے روزی کی بات ہے آپ وہ مجھے دے دیں۔ میں نے کہا وہ لٹک رہا ہے اس نے دیکھا اس نے کہا یہ تو بڑا سخت ہے۔ آپ مجھے بوتل دے دیں تو میں گھر جا کر ڈالوں گا اس برتن میں اور بوتل لوٹا دوں گا میں نے کہا بوتل نہیں دوں گا بوتل میری نہیں ہے یہ واٹر سپلائی کے ساتھ تھے ہم تو ان سے میں

نے بوتل مانگی تھی تو میں نے کہا کہ یہ بوتل تو ہے واٹر سپلائی والوں کی۔ تم سانپ لے جاؤ بوتل میں انہیں دوں گا تو اس نے کہا کہ میری جگی سامنے ہے۔ میں نے عرض کی ہے میں وہاں سے بوتل کو خالی کر کے دے جاؤں گا میں نے کہا نہیں بھائی میں نے اپنے لئے مانگی تھی تجھے نہیں دوں گا۔ تو خواہ مخواہ میں نے اسے کہہ دیا کہ سانپ لے جانا ہے تو بوتل سے نکال کر لے جاؤ نہیں نکال سکتے تو اسے لٹکا رہنے دو۔ تو میں چارپائی پر بیٹھا تھا پاس زمین پر وہ بیٹھا تھا۔ میرے مزارع سے کہنے لگا کہ مجھے چلم پلا دو تو ایک ٹوٹا پھوٹا گندہ سا حقہ تھا اس نے اس کو تمباکو رکھ کر دے دیا وہ چلم پینے لگا۔ منتیں کرتا رہا کہ آپ دے دیں مجھے بوتل خالی کر کے دے دوں گا۔

کہنے لگا اچھا ملک صاحب ایسے ہی لے جاتے ہیں۔ بوتل اتار کر وہاں لے آیا۔ بوتل رکھ دی پاکی کا وہاں تصور نہیں تھا ایمان کی اسے خبر نہیں تھی۔ انتہائی غلیظ آدمی تھا۔ میرے خیال میں منٹ یا دو منٹ اس نے کچھ پڑھا اور بوتل سے کپڑا ہٹا کر اس نے پھونک ماری اور بوتل کو الٹا کر دیا وہ سانپ بالکل رسی بن گیا نہ اس میں وہ سختی رہی نہ غصہ رہا نہ وہ بھاگتا تھا نہ دوڑتا تھا بس رسی بن گیا اور اس نے اسے پکڑ کر اٹھا کر کے دھوتی کے پلو میں ڈالا دھوتی میں سوراخ تھے پھٹی ہوئی دھوتی تھی وہ نیچے لڑکنے لگا۔ پھر اس نے رکھ دیا دھوتی کی تین چار تہیں بنا کر اس کی اپنی دھوتی تھی اس میں رکھ کر اوپر سے باندھا اچھا میں اجازت چاہتا ہوں۔ میں بڑا حیران ہوا یا اللہ یہ کیا ہے کہ کبھی وضو کرنے کی جگہ۔ تو اس نے حقہ پیا اور جو کچھ پڑھا ہو گا اس نے کیا پڑھا ہو گا اسے ایمان کی خبر نہیں عقیدے کی خبر نہیں اور عمل اس کا کوئی نہیں۔ بدبو اس سے دور سے آتی ہے پاس بیٹھا نہیں جاتا۔ تو میں نے مشائخ سے رابطہ کیا تھا کہ سمجھ نہیں آ رہی۔

حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ سے رابطہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شیطنیت کے کرشمے ہیں اس کا کمال نہیں ہے اور جو الفاظ اس نے پڑھے ہیں وہ بھی سارے کفریہ ہیں۔ تم تو اس کی ظاہری حالت دیکھ رہے ہو جو کچھ اس نے پڑھا ہے وہ بھی سارا کفر ہے۔ اور اس کے بدلے میں شیطان نے سانپ کو بے حس کر دیا اس پر اس کا بس چلتا تھا اس نے کلمات کفریہ پڑھے یہ غلیظ رہتا ہے اسے ربط ہے شیطان کے ساتھ تو جب اس نے کفریہ کلمات پڑھ کر تمنا کی کہ یہ سانپ جو ہے مجھے کچھ نہ کہے تو شیطان نے سانپ کو کچھ لمحوں کے لئے بے حس کر دیا کیونکہ کتے سانپ خنزیر گدھے جیسی چیزوں کے ساتھ شیطان کو خصوصی ربط ہے۔

تو اس طرح کے بے شمار شعبدے جو باہر سے ہمیں نظر آتے ہیں ان کی اصل یہ ہوتی ہے اور ان میں سے کوئی بھی شعبدہ آخرت سے' بالائے آسمان سے' برزخ سے متعلق نہیں ہوتا۔ جو لوگ آٹھ گھنٹے زمین میں دفن رہتے ہیں' بے حس رہتے ہیں' دفن کے بعد آپ نکالیں قبر کی یا برزخ کی بات نہیں بتلا سکتے یعنی ان کا وہ رہنا بھی دنیوی اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور دور و نزدیک کی بات بتا سکتے ہیں لیکن آخرت کی' کشف کی' ایمانیات کی بات بتانے کے لئے بنیاد ایمان ہے' نبی کے ساتھ اور اس کے بعد فیوضات و برکات نبوی ﷺ جو دل میں آتے ہیں تو پھر یہ قوت جو وجود میں ہے' جب اس کے ساتھ روح کی زندگی اور حرارت ملتی ہے تو مومن کی نگاہ اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ جسے ہم شرعاً "کشف کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ برزخ و آخرت بالائے آسمان نظر آئے اور کافر کی ساری محنت زیر آسمان رہتی ہے اور برزخ سے پرے رہتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے۔

لا تفتح لھم ابواب السماء۔ کافروں کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے تو ساری زندگی محنت کرنے کے باوجود کافر فرشتے کی بالائے آسمان کی خبر نہیں دے سکتا یہ ممکن ہے کہ یہاں بیٹھا ہوا دور کی بات بتا دے نزدیک کی بات بتا دے۔ اب رہ گئی بات عقائد اسلامی کی تو اسلام سارے کا سارا "کشفاً" حاصل کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے۔ جب حضور ﷺ مادی اعضاء کے ساتھ فرشتے سے بات کرتے تھے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ فرشتہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر آیا حضور ﷺ نے اس سے بات فرمائی تو وہ جب متشکل ہو کر آتا تھا تو سارے صحابہ اسے دیکھتے تھے اور نہ صرف صحابہ اگر وہاں کافر موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھ سکتا تھا کیونکہ مادی آنکھیں کافر کے پاس بھی ہیں۔ جب وہ بات ہوتی تھی جیسے حدیث احسان میں

ہے۔ جتنی جبرائیل امین سے باتیں ہوئیں وہ سارے صحابہؓ نے سنیں حضور ﷺ نے خبر نہیں دی وہ خود سن رہے تھے۔ لیکن یہ بہت کم ہوا ہے ایسا اکثر اور بنیاد سے لیکر انتہا تک سارا دین جو ہے وہ حضور ﷺ کے کشف پر بنیاد ہے دین کی کہ حضور ﷺ نے فرشتے کو دیکھا حضور نے فرشتے کی بات سنی دیکھا "کشفاً" بات کی "کشفاً" سنی۔ براہ راست مکالمہ الٰہی نصیب ہوا تو بھی مادی اعضاء و جوارح سے نہیں "کشفاً" نصیب ہوا۔ کہ یہی کشف جو ہے یہی دلیل ہے ہمارے پاس سارے اسلام' ساری خبروں' سارے قرآن اور سارے حدیث کی اور کشف بھی فرد واحد کا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا اس کشف میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں کوئی دوسرا ایسا نہیں جو کہہ دے کہ جب وحی آرہی تھی تو میں بھی "کشفاً" سن رہا تھا۔

یعنی حضور ﷺ کے کشف کا وہ مقام ہے کہ جس مقام پر صحابہ بحیثیت صحابی صاحب کشف ہوتے ہوئے دم نہیں مار سکتے تھے۔ یہ بات نہیں ہے کہ صحابہ کو مشاہدات نہیں تھے۔ بلکہ حدیث شریف میں ملتا ہے کہ ایک صحابی سے حضور ﷺ نے علی الصبح اس طرح سوال فرمایا تھا کیف اصبحتہ کہ کس حال میں تو نے صبح کی اس نے کہا یا رسول اللہ' اللہ کے ساتھ' ایمان کے ساتھ' آپ کے ساتھ' ایمان کے ساتھ اور ایمان ویقین کے ساتھ۔ تو آپ نے فرمایا تیرے پاس کیا دلیل ہے اس یقین کی کہ تیرا اللہ کے ساتھ اور آخرت کے ساتھ میرے ساتھ اور دین کے ساتھ ایمان کامل کی دلیل تیرے پاس کیا ہے عرض کیا میں جہاں کھڑا ہوں یہاں مسجد کے صحن میں میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں قیامت کیسے قائم ہوگی دوزخی کیسے جمع ہوں گے جنتی کیسے جمع ہوں گے میں جنتیوں کو جنت میں داخل ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو باتیں مانی ہیں وہ تو دیکھ رہا ہوں تو میرا ایمان کیسے کامل نہیں ہے تو آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تمہارے پاس تمہارے مومن ہونے کی پکی دلیل ہے۔ ایسے صاحب کشف جو تھے جب حضور پر وحی آتی تھی جب حضور مشاہدہ فرما رہے ہوتے تھے تو آپ کے مشاہدے میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔

جیسے دنیا میں آپ ایک شخص کو ایک دوربین دیتے ہیں جس کا ریڈیس (دائرہ کار) ہی سو گز کا ہے اور ایک شخص کو دیتے ہیں جس کا دس ہزار گز کا ہے تو سو گز والا وہ چیز کیسے دیکھے گا جو دس ہزار گز والا دیکھ رہا ہے۔ یہی حال قوت باطنی کا بھی ہوتا ہے مکاشفات و مشاہدات کا بھی۔ ایک شخص صاحب کشف ہے لیکن وہ اس حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جس تک دوسرا پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح حقائق کی اصل تک جہاں تک نبی ﷺ کی نگاہ پہنچتی ہے' آپ کے بغیر کسی دوسرے کے پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سب کے باوجود دین کی بنیاد کشف پر ہے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ کشف نہیں ہوتا تو یہ قرآن کریم کی اور سارے دین کی تکذیب کے برابر ہے۔

اس کے بعد جب ذکر الٰہی نصیب ہوتا ہے یہ سارے لوگ جو کشف کا انکار کرتے ہیں یا تردید کرتے ہیں یہ سارے ذکر الٰہی کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ کافر کے پاس صرف مجاہدہ ہے کہ وہ اپنی باطنی قوتوں کو پالے اور اعمال بد سے شیطان کے قریب تر ہو جائے اور شیطانی قوتیں اس سے تعاون کریں اور مومن' ایمان سے شروع کرتا ہے' قرب الٰہی سے شروع کرتا ہے اور جب ذکر چھوڑ دینے سے شیطان کا قرب ہوتا ہے یقیناً" ذکر کرنے سے شیطان کے مقابل جو قوت ہے اس کا قرب نصیب ہونا چاہیے۔ اسی آیت کریمہ سے یہ نتیجہ مل سکتا ہے کہ جب ذکر چھوڑ دینے سے شیطان کا قرب نصیب ہوتا ہے تو دنیا میں شیطان کے مقابل داعی کون ہے اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ تو جب ذکر کی دولت نصیب ہو تو یقیناً" حضور ﷺ کا قرب اور آپ کے کمالات میں سے حصہ نصیب ہونا چاہیے۔ یعنی جب ذکر چھوڑ دیتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ شیطان اس کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے نقیض لہ شیطانا شیطان کو اس میں قید کر دیتے ہیں اس کے پنجرے میں شیطان داخل ہو جاتا ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بات سنائی۔ حضرت جی نے فرمایا۔ میں پڑھا کرتا تھا اور آخری دور تھا میرا۔ ایک شخص نے مجھے بات سنائی کہ ایک طالب علم نے یہ بات سنائی

کہ ہم جہاں پڑھتے ہیں وہاں ہمارا ایک ساتھی چھٹی گیا ہوا تھا دینی مدارس کے طلباء جو ہیں یہ اپنی کتاب بغل میں ڈال کر لے جاتے ہیں اسباق دہراتے رہتے ہیں پھر جب آیا تو لے آیا تو وہ واپس آرہا تھا اور بڑی دیر سے پہنچا عشاء کے بعد تو گاؤں کے باہر قبرستان تھا قبرستان میں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی تھی تو اس نے یہ خیال کیا کہ اب دیر ہو گئی ہے مدرسے میں لڑکے سو گئے ہوں گے۔ حضرت سو رہے ہوں گے۔ استاد سو رہے ہوں گے میں کہاں انہیں بیدار کرتا پھروں گا اور کہاں ان سب کو بے آرام کروں گا۔ چلو رات کو اس مسجد میں لیٹتا ہوں علی الصبح نماز پر پہنچ جاؤں گا۔ تو وہ جب وہاں لیٹ گیا تو اس نے سنا تھوڑی دیر بعد کہ باہر سے کوئی ٹن ٹن کی آواز آرہی ہے جیسے بڑی سی گھنٹی اونٹ کی گردن میں ہوتی ہے۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ کوئی جانور ہو گا یا اونٹ ہو گا پھر وہ گھنٹی ٹن ٹن کرتی اس مسجد کے صحن میں آگئی پھر مسجد کے دروازے کے سامنے آکر وہ ٹن ٹن ٹن تو وہ بڑا گھبرایا کہ یہ کیا تماشہ ہے تو ایک چادر پاس تھی اس میں دو کتابیں تھیں لپیٹ کر پشت پر باندھ لیں، لنگوٹا وغیرہ بنا لیا خوب تیاری کر کے یک وقت جب دروازہ کھولا تو کفن اوڑھے ہوئے اور ٹانگیں باہر نکالے ہوئے مردہ کھڑا ہے اور گلے میں گھنٹی ہے اور سر مارتا ہے اور گھنٹی ٹن ٹن کر رہی ہے وہ بھی طالب علم تھا یہ بھی بڑے نڈر لوگ ہوتے ہیں اس نے کہا میں نے اسے دھکا دیا اور بھاگ کھڑا ہوا اب آگے آگے میں پیچھے پیچھے وہ تو بھاگتا بھاگتا بھاگتا سارے شہر گلیوں سے گزرتا گیا جہاں اس کے استاد رہتے تھے۔ دروازے کو جا کر پیٹا وہ کہتا ہے کہ اس وقت تک تو مجھے یاد ہے جب حضرت نے دروازہ کھولا۔ جب اندر داخل ہوا تو بے ہوش ہو گیا تو استاد صاحب نے یہ کہا کہ انہوں نے جب دیکھا تو وہ کچھ جاننے والے تھے انہوں نے اس کی گردن سے وہ جو کپڑا سا پڑا ہوا تھا گھنٹی میں اس کپڑے کو توڑ دیا تو وہ مردہ گر گیا دروازے کے سامنے تو انہوں نے دوسرے لڑکوں سے کہا کہ جاؤ فلاں شخص کو کہو اپنی میت اٹھا کر لے جائے۔ وہ کسی کا تازہ تازہ مردہ دفن ہوا تھا حضرت فرمایا کرتے تھے اللہ کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں میں نے جب یہ بات سنی میں نے اسے افسانہ قرار دیا اور میں نے کہا یہ سارا جھوٹ ہے

مردے کہاں بھاگتے پھرتے ہیں۔ تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے مطالعہ کیا تو میں نے یہ بات جب پڑھی کہ جب کوئی شخص مرض الموت میں گرفتار ہوتا ہے اور زندگی میں اسے پاک اور صاف رہنے کی عادت نہیں ہوتی نماز نہیں پڑھتا وضو نہیں کرتا غسل بھی واجب ہوتا ہے کئی بار احتلام ہو جاتا ہے تو جو شخص زندگی میں خود پاک رہنے کی کوشش نہیں کیا کرتا مرنے کے بعد اسے نہلاتے رہو تو حکم طہارت کا اور طہارت کی برکات وارد نہیں ہوتیں۔ یہ جو میت کو غسل دیا جاتا ہے اور اس سے طہارت کا تصور ہوتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندگی میں پہلے طہارت کا اہتمام کیا کرتا ہو اگر زندگی بھر اس نے پاک پلید رہنے میں پرواہ محسوس نہیں کی تو وہ غسل جو مرنے کے بعد دیا جاتا ہے اسے اس سے طہارت کی برکات حاصل نہیں ہوتیں حکم کی تعمیل تو ہو جاتی ہے کہ میت کو غسل دے دیا گیا ہے برکات نصیب نہیں ہوتیں۔ تو ایسے لوگوں کے وجود میں شیطان کو داخل ہونے کی قوت ہوتی ہے تو مر جانے کے بعد ان کے وجود میں داخل ہو کر ان کو ذلیل کرتا ہے اور ان کو قبر سے نکال کر میدانوں میں دوڑائے پھرتا ہے۔

پھر میں نے اس ریڈر ڈائجسٹ میں کئی دفعہ دیکھا ایک دفعہ میں پڑھ رہا تھا اس موضوع پر یہ بھی لکھا کرتے ہیں تو اس میں میں نے پڑھا کہ کوئی شخص سمندر میں سفر کر رہا ہے اور اپنے برتھ پر سو رہا ہے اسے کچھ محسوس ہوا کوئی گیلی گیلی چیز اس پر کچھ قطرے ٹپکے اس نے جب آنکھ کھولی تو کوئی اوپر والے برتھ پر لیٹا ہوا تھا اس نے کہا یہ میرے کمرے میں کون گھس آیا ہے میں تو اکیلا تھا تو اسے جب اٹھانے کی کوشش کی تو وہ کوئی لاش تھی کٹے پھٹے جسم کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے لٹک رہے تھے لباس فرسودہ ہو چکا تھا دانت نکلے ہوئے، آنکھیں ہیں نہیں۔ یہ منظر دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی تو وہ لاش صاحب اٹھے اور کھڑکی میں سے کود گئے تو تب مجھے یہ بات یاد آئی کہ یہ واہمہ نہیں ہے اس آدمی کا۔ واقعی کسی غرق شدہ لاش کو شیطان ذلیل کر رہا ہے۔ اور روح کی جگہ اس میں شیطان داخل ہو گیا اب اس کٹے پھٹے بدن کو بھگائے پھرتا ہے۔

تو اس حد تک اس میں عجائبات پائے جاتے ہیں یہ ہوتا ہے شیطان سے قرب کا اور تعلق کا اثر۔ اب اس کے مقابل جب ایمان شروع ہوتا ہے اور ایمان کے ساتھ ذکر الٰہی نصیب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں اور پھر تعلق نصیب ہوتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ سے اب اس میں معیار ہوتا ہے۔ قول رسول ﷺ کہ حضور کو کبھی غلطی نہیں لگتی۔ ہم جب دیکھتے ہیں انہیں باتوں کو تو نگاہ ہماری ہوتی ہے اور یہ دھوکا کھا سکتی ہے ہم دن میں متعدد بار دھوکا کھا جاتے ہیں ہم دور سے دیکھتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہاں کوئی جانور کھڑا ہے بیل ہے بھینس ہے گھوڑا ہے قریب جاتے ہیں تھوڑا تو کہتے ہیں نہیں بیل بھینس تو نہیں گدھا ہے اور بالکل قریب جاتے ہیں تو وہ جھاڑی ہوتی ہے۔ یہ ہماری نگاہ جب ظاہر باہر دن کی روشنی میں دھوکا کھاتی ہے تو جب ہمیں دل کی' باطن کی نگاہ نصیب ہوتی ہے تو جو کچھ اس میں منکشف ہوتا ہے اس میں اس کا دھوکا کھا جانا یہ کشف اس منکشف ہونے والی چیز میں غلطی نہیں ہوتی دیکھنے والوں کو غلطی لگ سکتی ہے۔ کسی نے مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ نبی اور ولی کے کشف میں کیا فرق ہے اور ولی کا کشف غلط کیوں ہو جاتا ہے انہوں نے فرمایا ولی کا کشف غلط نہیں ہوتا وہی کشف ولی کو ہوتا ہے جو نبی کو ہوتا ہے۔ نبی کا کشف بھی حق ہوتا ہے ولی کا کشف بھی حق ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ولی کا کشف ایسے ہوتا ہے۔ جیسے یہاں سے کوئی ہزار گز کے فاصلے پر کوئی عمارت کھڑی ہو آپ کو میں اس کے اندر لے جاؤں اور ایک ایک گوشے میں پھرا لاؤں ساری عمارت دکھا دلاؤں اور کسی دوسرے کو یہاں کھڑا کر کے کہوں وہ دیکھو وہ عمارت ہے تو اب اس کے بارے میں جو وہ رائے قائم کرے گا وہ غلط بھی ہو جائے تو عمارت میں تو کوئی غلطی نہیں ہے دیکھنے میں تو کوئی غلطی نہیں ہے وہاں چھ کھڑکیاں تھیں اسے تین نظر آئیں یہاں سے تو اس نے کہہ دیا کہ اس عمارت میں تین کھڑکیاں ہیں۔ تو آپ کہتے ہیں اس کا کشف غلط ہے۔ غلط نہیں ہے اسے نظر ہی نہیں آیا۔ یعنی اس کی استعداد اتنی تھی اور اس کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ نبی کا ارشاد جو ہے اس کے ساتھ اس کا کشف متصادم نہ ہو۔ اگر ٹکرائے گا تو ہم یہ کہیں گے کہ اسے دیکھنے میں غلطی لگی حق وہ ہے جو نبی نے ارشاد فرمایا یعنی کشف نبی کا بھی حق ہے کشف ولی کا بھی حق ہے یہ دیکھنے کی استعداد نبی میں اپنی شان کے مطابق ہے اور ولی میں اپنی شان کے مطابق ہے۔

اب ایک طبیب ہے وہ بازو پر ہاتھ رکھتا ہے۔ ایک ایک بات گن کر بتا دیتا ہے تمہارے سر میں یہ بات ہے دل میں یہ بات ہے گھٹنوں میں یہ بات ہے پھیپھڑے ایسے ہیں معدہ ایسا ہے۔ تم نے یہ کھایا یہ پیا وہ اس لئے کہ اس کی نگاہ ہماری نسبت وسیع ہے اور ہم سارے بازو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیٹھے رہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس کے وجود میں کیا کمی بیشی ہوئی کیونکہ ہمارا وہ فن نہیں ہے۔ تو نبی اس فن کا امام ہے نبی کی نگاہ جس طرح اور جہاں تک پہنچتی ہے دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا اس لئے ولی کا کشف نبی کی تصدیق کا محتاج ہے۔ دوسری بات جو یقیناً" یاد رکھنے کی ہے کہ کشف الٰہیات ہمیشہ اطاعت پیغمبر سے نصیب ہوتا ہے۔ گناہ سے نصیب نہیں ہوتا۔ غلطیاں کرنے سے خطا کرنے سے اگر مشاہدہ نصیب ہو گا تو اس میں شیطان کے اثرات کی آمیزش ہوگی اور اگر ایمان ہی نہ ہو اور بحالت کفر کوئی مجاہدہ کرتا رہے تو زیادہ سے زیادہ شیطان کے قریب تر ہوتا چلا جائے گا۔ جتنے شعبدے نظر آئیں گے۔ آپ ان کا تجزیہ کریں تو ان سب میں ایک بات مشترک ہوئی ان کی مادی دنیا کی حدود کے اندر ہوگی۔

یعنی ایک اصولی بات یاد رکھیں کہ ان سارے کمالات کی حد ہوگی مادی دنیا کے اندر۔ اب رہی یہ بات کہ وہ ارواح کو حاضر کرتے ہیں تو یہ مادی دنیا سے پرے چلا گیا ایسی بات نہیں ہے وہ روح نہیں ہوتی وہ بھی قرین شیطان ہوتا ہے جو ابھی مادی دنیا میں موجود ہوتا ہے اور کسی کا قرین شیطان اگر مر چکا ہو تو اسے یورپ والے بھی نہیں بلا سکتے۔ جن ارواح کا وہ انکار کر دیتے ہیں وہ روح حاضر نہیں ہو سکتی اس کے پیچھے وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا قرین شیطان بھی برزخ میں پہنچ چکا ہوتا ہے اور وہاں سے واپس آنے کی کسی کو فرصت نہیں۔ کافر کو تو واپسی کی اجازت کوئی نہیں دیتا اور مومن کو پکڑ کر لایا جائے تو پھر اس کا جنت میں ہونے کا کیا فائدہ

باقی صفحہ 24 نمبر 2 پر

گوجرہ میں دارالاخوت کا قیام

سبب قیام دارالاخوت

حقیقی اسلامی اقدار سے گریز اور محرومی کے باعث معاشرتی بحرانوں نے پاکستان کو مسائلستان بنا دیا ہے چنانچہ آج شرفاء کے لئے موزوں و مناسب معقول رشتوں' ناطوں کا حصول دشوار ہی نہیں بلکہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے' اندریں حالات تنظیم الاخوان کے متعدد و دیگر تعمیری و اصلاحی منصوبوں کی طرز پر ایک ذیلی ادارہ "دارالاخوت" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

مرکز کا طریق کار

(1) اچھے رشتوں کے متلاشی خاندانوں کے مابین ان کی معاشرتی حیثیت اور ان کے بچوں کے تعلیمی اور معاشی پس منظر کو حتی الوسع ملحوظ رکھتے ہوئے تعارف کرانا۔

(2) ابتدائی مرحلے میں خواہش مند لوگوں کو مرکز سے رابطہ استوار کر کے ضروری کوائف درج کروانا ہوں گے۔

(3) ضرورت مند افراد کو مرکز کی طرف سے انہیں ضروری اطلاعات کی بہم رسانی کے لئے معقول مناسب بندوبست کرنا ہوگا۔

(4) بعد از تعارف دونوں خاندان باہمی تسلی و آمادگی کے مراحل خود طے کریں گے۔

(5) مرکز کسی قسم کی فراہمی ضمانت کی پابندی سے مستثنیٰ ہوگا۔

دارالاخوت دفتر تنظیم الاخوان غلہ منڈی گوجرہ' فون نمبر: 3483-

بصیرت

مولانا محمد اکرم اعوان (بروز جمعتہ المبارک، بمقام دارالعرفان منارہ مورخہ 21-11-97)

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ولقد اتینا موسٰی الکتٰب...... وھدی ورحمتہ لعلھم یتذکرون ○ قرآن حکیم میں کچھ انبیاء ورسل کے، کچھ گزشتہ اقوام کے تاریخی حالات بھی ملتے ہیں لیکن بنیادی طور پر قرآن کا موضوع تاریخ نہیں ہے۔ قرآن تاریخ بیان نہیں کرنا چاہتا ان تاریخی واقعات کو قرآن کے مخالفین کی ہدایت کے لئے بطور مثال پیش فرماتا ہے۔ قرآن جو گزشتہ قوموں کا ذکر کرتا ہے وہ بھی ہمیں سمجھانے کے لئے کہ انہوں نے یہ عمل کیا اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ تم بھی اگر ایسا عمل کرو گے تو اس کے نتائج اس طرح ہونگے۔ یہ بیسویں پارے میں سورۃ قصص کی آیہ مبارکہ ہے آٹھواں رکوع یہاں سے شروع ہو رہا ہے۔ اس میں موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر ہے یاد رہے کہ جتنے صاحب شریعت نبی بھی تشریف لائے انہیں کسی نہ کسی ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جس نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو جادو زوروں پر تھا اور فرعونی طاقت کا زیادہ مدار جادوگری پر تھا۔ عظیم سلطنت بھی تھی فوج اور سپاہ بھی تھی خزانہ بھی تھا، دنیاوی وسائل بھی تھے لیکن اس کے ساتھ جادو بھی اپنے کمال پر تھا۔ فرعون کے حالات میں، تواریخ میں جو کچھ ملتا ہے، بڑی عجیب وغریب چیزیں ملتی ہیں۔ فرعون پہلا آدمی ہے جس کے شاہی خزانے پر کوئی پہرے دار نہیں ہوتا تھا۔ اور شاہی خزانے کی جو فصیل تھی وہ اس طرح بنائی گئی تھی کہ پوری دیوار کے ساتھ باہر بھی سیڑھیاں تھیں کوئی بغیر اجازت اگر پہلی سیڑھی پر قدم رکھتا تو اسے نظر آتا کہ اوپر کوئی تیر انداز کھڑا ہے دوسری سیڑھی پر اگر وہ چڑھتا، باز نہ آتا تو وہ دیکھتا کہ اس نے تیر کمان میں رکھ کر کھینچ رکھا ہے اور اگر تیسری سیڑھی پر قدم رکھتا تو تیر اس کے سینے سے پار ہوتا۔ فرعون نے کئی منزلہ عمارتیں بنائیں تو اس کا اپنا گھوڑا سواری کا ہوتا تھا وہ جب اپنے اس کے محل خاص میں پہنچتا تو زمین پر کھڑے ہوئے گھوڑے کی ٹانگیں لمبی ہونی شروع ہو جاتیں وہ دوسری یا تیسری جس منزل پر جانا چاہتا وہ گھوڑا ہی لفٹ کا کام کر جاتا تھا۔ پاؤں زمین پر رہتے اور ٹانگیں اتنی اونچی ہو جاتیں کہ اتر کر اندر چلا جاتا۔ دریائے نیل کی سیر کو جب وہ نکلتا تو اس کے دائیں بائیں دو خوبصورت لڑکیاں کشتی میں بیٹھا کرتی تھیں۔ اگر کوئی بری نیت سے ان کی طرف بڑھتا تو وہ دونوں شیر میں تبدیل ہو جاتیں اور چیر پھاڑ کر دیتیں۔ اس طرح کے بیشمار واقعات ملتے ہیں اس کے تاریخی حالات میں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ جو جادو ہے، کیا یہ چیز کی حقیقت تبدیل کر دیتا ہے۔ نہیں، قلب ماہیت ممکن نہیں ہے یعنی چیز کی جو اصل ہے جسے اللہ نے پتھر بنایا ہے کوئی اسے سونا نہیں بنا سکتا یعنی اس کی ماہیت تبدیل نہیں ہو سکتی اور جس طرح ایک فن ہے کہ پیتل سے، چاندی سے، پارے سے سونا بناتے ہیں، لوگ اس میں سونے کا رنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ بظاہر سونا لگتا ہے لیکن دراصل وہ اصل دھات ہی رہتی ہے۔ اسے جب کٹھالی میں گرم کیا جائے تو پھر وہ دوبارہ سونے کی صورت میں نہیں آسکتا۔ کوئی جادو کر کے کسی کو جانور بنا دے تو وہ "حقیقتاً" جانور نہیں بنے گا انسان ہی جانوروں کی شکل میں نظر آئے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو یہ جادو بہت زوروں پر تھا تو انہوں نے جب فرعون کے سامنے اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا یا ہاتھ مبارک دکھایا دامن میں ڈال کر جب باہر نکالتے تو وہ چاند کی طرح شفاف روشن ہو جاتا اور دوسرے معجزات بھی تھے تو اسے انہوں نے جادو ہی سمجھا۔ چونکہ اس طرح کے عجائبات ان کے سامنے جادو کی صورت میں موجود تھے تو انہوں نے سمجھا کہ اس شخص نے بھی بہت بڑا جادو سیکھ لیا ہے تو ان کے مقابلے کے لئے اس نے جادوگروں کو بلایا۔ مشہور واقعہ، جو قرآن حکیم میں بھی ہے کہ ملک بھر سے انہوں نے پائے کے جادوگر جمع کئے۔ میدان میں پہنچے، مقابلہ ہوا تو جادوگروں نے میدان اژدھوں سے بھر دیا ان کے شہتیر، بڑے بڑے رسے

گیلیاں لکڑی اور جو انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں اکٹھی کی تھیں انہوں نے ان پر جادو پڑھا وہ سارے اژدھا بن کر پھنکارنے لگے لیکن قرآن حکیم فرماتا ہے یخیلھم لوگوں کے تصور میں، خیال میں، وہ اژدھا نظر آتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی پھینکی تو وہ اتنا بڑا اژدھا بنی کہ وہ جو ہزاروں اژدھاؤں سے میدان بھرا ہوا تھا ان سب کو نگل گئی اور جب انہوں نے پکڑی تو ویسی ہی لاٹھی تھی۔ کوئی اس کا حجم نہیں بڑھا، کوئی بڑی نہیں ہوئی، کوئی چھوٹی نہیں ہوئی۔ یہ صورت الحال جب جادوگروں نے دیکھی تو وہ سمجھ گئے کہ وہ جو کر رہے تھے وہ جادو تھا جو موسیٰ علیہ السلام کر رہے تھے یہ جادو نہیں تھا، یہ معجزہ ہے۔ اگر یہ بھی جادو ہوتا تو ہمارے سانپ دوبارہ لکڑیاں بن جاتیں رسے رسے بن جاتے ان کا وجود تو باقی رہتا ہمارا جادو باطل ہو جاتا لیکن وہ اشیا اپنی اصل شکل میں واپس آجاتیں۔ تو انہوں نے لاٹھی پھینکی وہ سب کچھ نگل گئی جب پکڑی تو لاٹھی کی لاٹھی، ہر چیز فنا ہو گئی تو فنا کرنا یا باقی رکھنا یہ اللہ کا کام ہے، یہ جادو نہیں ہے۔ وہ مان گئے کہ یہ اللہ کا نبی ہے۔ اسی لئے فرعون کا لحاظ کئے بغیر ایمان لے آئے اور میدان میں انہیں شہادت نصیب ہوئی۔ اب اس جادو کا مقابلہ موسیٰ علیہ السلام نے کیا تو وہ اولوالعزم رسول تھے۔ لیکن ساری دنیا سے نہ جادو ختم ہوا نہ جادوگر ختم ہوئے تو جن لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان کی سعادت نصیب ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی انہیں باقی رہنا تھا اور جادوگر بھی تھے تو اس کا تو کوئی مستقل علاج چاہئے تھا وہ بات یہاں ارشاد فرمائی گئی کہ ولقد اتینا موسی الکتب من بعد ما اھلکنا القرون الاولی جب پہلی اقوام تباہ ہو گئیں اور موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔ کتاب میں کیا تھا بصائر للناس لوگوں کے لئے بصیرت تھی نظر تھی۔ بصیرت ہوتی ہے قوت مشاہدہ، وہ قوت مشاہدہ جو حقائق کو دیکھ سکے بصارت ہوتی ہے ظاہر کی نگاہ جو چیزوں کے ظاہر کو دیکھے۔ بصیرت ہوتی ہے جو چیزوں کی خصوصیات اور اثرات کو دیکھے، نتائج کو دیکھے، وہ نگاہ یا دل کی نگاہ جو اشیاء کے یا چیزوں کے یا واقعات کے نتائج کو دیکھے بصیرت ہوتی ہے ظاہر کی آنکھ کی نگاہ بصارت ہوتی ہے۔ تو فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسی کتاب دی جس نے لوگوں کو بصیرت دی۔ اعمال کے نتائج سے آگاہ فرمایا چیزوں کے اثرات سے آگاہ فرمایا بصارت یہ ہے کہ ہمیں غلہ نظر آتا ہے کہ یہ گندم ہے بصیرت یہ ہے کہ غلے کو دیکھ کر ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سے کتنی قسم کے کھانے بنائے جا سکتے ہیں یا یہ مفید ہے یا مضر ہے یا گل سڑ چکا ہے یا مفید ہے۔ اس کے نتائج جو ہیں وہ بصیرت کہلاتے ہیں۔ اس کتاب میں اللہ کریم فرماتے ہیں تین باتیں تھیں پہلی بات یہ تھی کہ وہ بصیرت عطا کرتی تھی دوسری بات یہ تھی کہ اس میں ہدایت تھی یعنی پہلے تو اس نے چیزوں کے اثرات بتائے پھر اس نے انہیں استعمال کرنے کا طریقہ بتایا۔ ہدایت بتائی کہ انہیں کس طرح ڈیل کرنا ہے اور تیسری بات یہ تھی کہ اگر اس بصیرت کو حاصل کیا جائے اور اس ہدایت پر عمل کیا جائے تو اس کا نتیجہ رحمت الٰہی ہے۔ یہ تین خصوصیات تھیں کتاب اللہ کی یا تورات کی جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوئی اور فرمایا لعلھم یتذکرون یہ سب انعامات اس لئے تھے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور اللہ کی رضا اور اس کے قرب کے متلاشی ہوں۔ تو یہ ایک قانون بن گیا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے ہمارے پاس آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جن کے لئے موسیٰ علیہ السلام بھی امتی ہیں سارے نبی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی ہیں آپ نبیوں کے بھی نبی ہیں انہیں تورات نصیب ہوئی جو اس قوم کے لئے تھی اور خاص قوم کے لئے تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن حکیم لائے جو ساری انسانیت کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے۔ تو جتنی عظمت رسالت مآب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور جتنی عظمت، برکات کتاب اللہ کی ہے اتنا ہی زیادہ دفاع ہمارے پاس شیطان سے، شیطانی طاقتوں سے، جادو سے، جادوگروں سے اتنی زیادہ دفاعی قوت ہمارے پاس آگئی لیکن ضرورت یہ باقی رہی

کہ ہم بنیادی طور پر اللہ کی کتاب سے بصیرت حاصل کریں یعنی قرآن سے ہم پوچھیں کہ کونسی چیز ہمارے لئے مفید ہے' کونسی چیز مضر ہے' کونسا کام ہمارے لئے مفید ہے' کونسا کام ہمارے لئے مضر ہے' کونسا طرز حیات ہمارے لئے نفع بخش ہے' کونسا طرز زندگی نقصان دہ ہے یہ ہوگی بصیرت اب آپ دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بصیرت کس طرح سے بانٹی۔ یہ تعلیمات محمد رسول اللہ ﷺ کا اثر ہے کہ آج تک چودہ سو سال بعد پندرھویں صدی میں بھی ایک عام آدمی' ایک چرواہ' ایک گڈریا جس نے چند حروف بھی نہیں پڑھے وہ یہ جانتا ضرور ہے کہ گناہ کیا ہے ثواب کیا ہے۔ حلال کیا ہے' حرام کیا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان کاموں کا نتیجہ میدان حشر میں پیش آئے گا یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے کہ کوئی جاہل ان پڑھ بھی کام یہاں کرے اور اس کے ذہن میں بات موجود ہو کہ اس کا نتیجہ آخرت میں ہو گا یہ قوت ہے پڑھانے والے کی' بتانے والے کی' استاد کی' مبلغ کی اور وہ ذات ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ اب اگر اس پر ہم توجہ دیں اور وہ برکات جو قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے تقسیم ہوئیں اگر وہ برکات نصیب ہوں تو بصیرت کا مزہ تب آتا ہے۔ چونکہ کلام الٰہی کو سمجھنے کی استعداد دل میں تب پیدا ہوتی ہے جب دل میں برکات نبوی آئیں جہاں تک دماغ کا تعلق ہے دماغ بھی قرآن سے وہ باتیں سمجھ سکتا ہے جو دنیاوی زندگی کے متعلق ہوں چونکہ دماغ کا کام اور اس کی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ وہ مادی دنیا کو' مادی وجود کو' مادی حالات کو سمجھ کر اس مادی وجود کی بقا کے جتن کرنا ہے۔ اس کی غذا کا اس کی دواء کا' اس کی بقا کا اہتمام رکھنا ہے تو اگر دماغ سے قرآن حکیم کو پڑھتے جائیں تو قرآن حکیم کے جو معاملات' جو نتائج دنیاوی ہیں ان کو سمجھا جا سکتا ہے وہ کافر بھی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن وہ کیفیات وہ قرب الٰہی' وہ اللہ سے تعلق' وہ نبی علیہ السلام کی برکات' وہ دار آخرت پہ جو حقائق' جو بصیرت سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لئے برکات نبوی ﷺ کا دل میں آنا ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن فرماتا ہے ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمتہ ان کا تزکیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اور پھر انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں تو اگر برکات نبوی بھی نصیب ہو جائیں' دل میں روشنی یا اللہ اللہ حکم کی توفیق نصیب ہو جائے' ذکر قلبی نصیب ہو جائے تو پھر یہ ہم پر ہے کہ اسے وقت کتنا دیتے ہیں کس خلوص سے دیتے ہیں۔ کتنی توجہ سے دیتے ہیں یہ دو تین باتیں بہت احتیاط سے نوٹ کرنی چاہئیں کہ اگر اللہ نے ہمیں توفیق دی ہے' ایسا موقع بخشا ہے۔ کسی ایسی ہستی سے ملا دیا جہاں سے ہمیں ذکر قلبی کی دولت نصیب ہو گئی تو اب اسے ہم کتنا وقت دیتے ہیں۔ ایک بات' جو وقت دیتے ہیں وہ کتنے خلوص سے دیتے ہیں ایک ہوتا ہے کام روٹین میں کرنا ایک عادت بن جاتی ہے آدمی کی کہ یہ کام مجھے کر ہے جیسے دفتر جانا ہوتا ہے ہمیں تو بادل ناخواستہ بھی ہم جاتے ہیں کام کرنا ہے اور وہاں دن گزار کے آجاتے ہیں۔ تو اگر ان معاملات قلبی میں روٹین ورک آجائے یاد کرنا ہے بس دیر سویر جلد زوری اٹھو اور اسے کچھ کر کرا کے مکمل کرو تو اس کے وہ اثرا مرتب نہیں ہوتے۔ ورنہ قرآن حکیم سے رشتہ استوار رہے آدمی خواہ دن میں صبح اٹھ کر تین چار آیات پڑھ لے لیکن نظر سے پڑھے کہ قرآن مجھ سے کیا کہہ رہا ہے۔ چونکہ قرآن قاری سے مخاطب ہوتا ہے' ہر پڑھنے والے سے بات کرتا۔ قرآن ایک چٹھی ہے اللہ رب العزت کی ہر مسلمان کے نام۔ اگر پڑھنے والا اس طرح پڑھے کہ یہ ایک کتاب ہے جو سب لئے ہے اور میں اسے ثواب کے لئے پڑھ رہا ہوں تو ثواب تو۔ قرآن کو ہاتھ لگانا دیکھنا' قرآن پر نگاہ کرنا احترام کرنا سارا ثواب کام پر ہے۔ پڑھنے میں بھی ثواب ہے لیکن اس نظر سے جائے کہ یہ میرے رب نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسا سے میری طرف بھیجا ہے' مجھے کیا کہتا ہے۔ رب العالمین مج حکم دینا چاہتے ہیں' مجھ سے کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں مجھے کیا چاہتے ہیں مجھے کیا کرنا چاہئے یعنی قرآن ایک تصویر پیش کر بندے کو کہ تجھے ایسا ہونا چاہئے۔ تیری باتیں ایسی ہونا چا

تیرے خیالات ایسے ہونے چاہئیں۔ تیرا لباس ایسا ہونا چاہئے۔
تیرے معاملات ایسے ہونے چاہئیں۔ تیری عبادت ایسی ہونی چاہئے
ایک ایک حکم پوری تصویر بنا کے دیتا ہے کہ اللہ رب العزت تجھے
اس طرح دیکھ کر خوش ہو گا تجھے ایسا ہونا چاہئے تو قرآن کو جب
بھی کھولا جائے اس بات پر اصرار کرنا کہ میں بہت زیادہ پڑھ جاؤں
وہ اتنا ضروری نہیں جتنا ضروری یہ ہے کہ جو میں نے پڑھا وہ مجھے
کیا کہتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ بصیرت کے در وا کرتا
چلا جائے گا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم ارنا حقیقت الاشیاء اے اللہ ہمیں چیزوں
کی حقیقت دکھا جو بظاہر نظر آتا ہے وہ نہیں جو اصل میں ہے وہ
دکھا دوسری بات یہ ہے کہ پھر قرآن حکیم بھی کتاب ہدایت ہے۔
جب آپ ایک چھوٹی سی مشین خریدتے ہیں اس کے ساتھ اس کی
انسٹرکشن بک ملتی ہے جس میں اس کے استعمال کی ہدایات دی
گئی ہیں جہاں سے بھی آپ نے وہ ہدایات چھوڑیں مشین خراب
ہو گئی تو ہر آدمی اسی طرح استعمال کرنا چاہتا ہے جس طرح اس
کی ہدایات دے دی گئیں ہیں کہ اسے ایسے ایسے اس طرح
استعمال کرنا ہے اسے توڑنا نہیں' خراب نہیں کرنا کہ اس نے اتنی
رقم بھر کے مشین لی ہے اور اب اسے وہ توڑ دے یا خراب کر
کے پھر تلاش کرتا پھرے تو جو ہدایت قرآن حکیم دیتا ہے یہ بھی
اسی انسانی مشین کو اس عالم آب و گل میں۔ اس شب و روز
گرمی سردی کے جہان میں کس طرح سے استعمال کرنا ہے۔
تعمیر کیسے کرنا ہے اس کے علاج کیسے کرنے ہیں۔ کہیں سے
ٹوٹ پھوٹ ہو تو اس کی مرمت کیسے ہو گی اور کس انداز سے اسے
یہ پوری زندگی کا ایک نظام دے دیتا ہے اگر اسے چھوڑ دیا
تو پھر شکوہ کس بات کا کہ جی تکلیف آئی پریشانی آ گئی یا کام
خراب ہو گیا۔ خراب تو ہم نے کر دیا جب اس مشین کی ہدایت
کو ہم نے چھوڑی تو پھر کس سے شکوہ کریں گے کہ یہ خراب ہو گئی یا
کوئی معمولی سا فرق آ جائے ناں' اگر پاؤں کے جوتے بدل
دیں ناں' دائیں کا بائیں میں' اور بائیں کا دائیں میں تو پھر آدمی
چل نہیں سکتا بایاں' بائیں کے لئے ہیں اس کی ساخت ایسی ہے جو
بائیں میں آئے دایاں' دائیں کے لئے اور انہیں الٹ کر پہن لیں
شلوار کو قمیض کی جگہ کوئی پہن لے اور قمیض کا تہبند بنائے تو
لباس کا کام نہیں دیں گے تو پوری زندگی کو ہم اگر الٹ پلٹ دیں
جو نہیں کرنا وہ کرنے لگیں جو کرنا ہے وہ چھوڑ دیں تو اس زندگی
میں سکون یا آرام کہاں سے آئے اور پھر ہم شکوہ کرنے کس کے
پاس جائیں۔ ہمیں ایک شکایت ہوتی ہے آج بھی ایک بڑا لمبا خط
تھا جی ہم رو رو کر دعائیں کرتے ہیں اللہ دعا نہیں سنتا۔ دیکھیں
اللہ سنتا ہے اور اس نے اعلان فرمایا اجیب دعوۃ الداع
اذا دعان جب بھی کوئی پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں جب
بھی کوئی دعا کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں لیکن ایک شرط
ہے فلیستجیبوالی تم بھی میری بات سنا کرو جب اللہ نے
ایک چیز میں زہر کی خصوصیت رکھی ہیں عقل دی ہے' شعور دیا
ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہم زہر کھا کر پھر دعا کرنے لگیں کہ اللہ
ہمیں صحت دے' وہ فرماتا ہے تو نے میری بات کی پرواہ کی؟ جب
تجھے پتہ ہے یہ زہر ہے اور یہ نہیں کھانا چاہئے' کھاؤں گا تو مرجاؤں
گا تو زہر تو کھا لیا اب تو کہتا ہے اللہ مجھے شفا دے دے۔ میں زہر
کی تاثیر تیرے لئے کیوں بدلوں ولن تجد لسنتہ اللہ
تبدیلہ اللہ کا جو طریقہ کار ہے' کسی ایک فرد کے لئے اپنے اس
طریقے کار میں وہ تبدیلی نہیں فرماتا انبیاء و رسل اسی ضابطے کے
تحت زندہ رہے۔ گرمی' سردی' دھوپ' بھوک' پیاس' زخم لگا خون
مبارک نکلا تکلیف ہوئی' قریبی عزیز فوت ہوئے تو دکھ ہوا
خوشی' راحت' دکھ اس پورے نظام کائنات سے گزر کر سارے
انبیاء و رسل نیک' پارسا ہر کوئی اسی نظام میں سے گزر کر جاتا ہے۔
نظام کو بدلا نہیں جاتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں
ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ آپ اس طرح آرام فرما رہے تھے' لیٹے
ہوئے تھے تو چھت پر چھپکلی چل رہی تھی چھت کے ساتھ' تو ویسے
ہی خیال آ گیا بار الہا! تو جانے اور تیری مخلوق اب بھلا اتنی وسیع
زمین میں اس چھپکلی کی ضرورت کیا تھی کہ ایک خواہ مخواہ ایک

کریہ المنظر اور اگر یہ کسی کھانے میں گر جائے تو زہر آلود ہو جاتا ہے' اب یہ چھپکلی نہ ہوتی تو جہان میں کونسی کمی رہ جاتی۔ تو فوراً" وحی ہوئی کہ موسیٰ اس کی طرف دھیان کرو میں تمہیں اس کی بات سنواتا ہوں۔ وہ بھی کچھ سوچ رہی ہے' آپ بھی کچھ سوچ رہے ہیں وہ بھی سوچ رہی ہے تو آپ نے جب ادھر توجہ فرمائی تو دیکھا تو وہ بات کر رہی تھی بار الٰہا کوئی تجھے مانتا نہ مانتا تیرا کیا بگڑتا تھا کم از کم لوگ آرام سے تو بیٹھے تھے۔ تو نے یہ موسیٰ بھیج کر ایک اور ڈنڈا سوٹا چلا دیا اب روز جھگڑے لڑائی تماشہ بن گیا۔ کیا ضرورت تھی موسیٰ کی تجھے۔ اللہ کے لئے ساری مخلوق ہے ناں وہ بھی اپنے مالک سے اپنی بات کر رہی تھی کہ تیری ذات تو عظیم ہے۔ کوئی مانے نہ مانے تیرا کیا بگڑتا ہے اگر فرعون تھا تو رہتا فرعون۔ لوگ آپس میں جیسے تھے خوش تھے اب تو نے موسیٰ بھیج دیا ایک نئی لڑائی شروع ہوگئی' روز تماشہ 'کیا ضرورت تھی موسیٰ کی تو آپ نے فرمایا اللہ واقعی تو ہی بہتر جانتا ہے۔ اب یہ چھپکلی سمجھ رہی تھی میں تو ٹھیک ہوں یہ موسیٰ فالتو آگیا تو اگلے دن مجھے ایک عزیز کہہ رہے تھے بڑی کوفت ہوتی ہے چھپکلی نظر آئے تو' میں نے کہا یہ اتنے مضر کیڑے کھالیتی ہے کہ شاید یہ نہ ہوتی تو جن امراض میں انسان ہیں اس سے دس گنا بڑے امراض اور موجود ہوتے ہر کمرے سے اتنے Insects کھالیتی ہے جنہیں ہم دیکھ بھی نہیں پاتے اور اگر وہ ہوتے تو شائد انسانی زندگی کا کیا حال ہوتا یہ چھوٹے چھوٹے مچھر مکھیاں ہیں ناں یہ بھی اللہ کریم نے کسی خاص مقصد کے لئے اور ضرورت کے لئے پیدا فرمائے ہیں کوئی چیز فالتو نہیں بنائی۔ اب جہاں اتنا خیال رکھا گیا ہے کہ ایک مچھر کو شعور دیا گیا ہے۔ ایسے ایسے آلات اس نے مچھر کو دے دیئے ہیں جو آج آپ کے ہوائی جہازوں کے پاس ابھی تک نہیں پہنچے یعنی ہمارے ہوائی جہاز پینتیس چھتیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتے ہیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں رابطہ رکھتے ہیں' ایک ٹاور سے دوسرے ٹاور میں' ایک راستے سے دوسرے راستے میں لیکن یہ جو چھوٹا سا مچھر ہے یہ باہر گراؤنڈ سے آئے نا تو جس کمرے میں آدمی سو رہا ہے اور جو اس سے کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہوتی ہے اس کی سانس سے' وہ جس طرح بھٹے کی چمنی کا دھواں جاتا ہے اسے باہر تک جاتی ہوئی اس طرح نظر آتی ہے اور وہ اسی کی لائن میں چلا آتا ہے کہ یہاں ضرور کوئی آدمی سانس لے رہا ہے جہاں سے یہ آرہی ہے۔ ایک خاص قسم ہوتی ہے جو خون پر پلتی ہے یہ جب آدمی کے وجود پر بیٹھتا ہے تو اسے خون کی نالیاں اس طرح نظر آتی ہیں کہ جس طرح شیشے میں سے نظر آتا ہے کہ یہ خون جا رہا ہے' اس پر اپنے منہ سے ایک لعاب نکالتا ہے جس سے جگہ سن ہو جاتی ہے اور پھر اپنی نوک سے اپنی ضرورت کے مطابق خون لے کے اڑ جاتا ہے اور آدمی کو پتہ ہی نہیں ہوتا ہم نے اب ایکسرے مشینیں ایجاد کیں جن میں ہمیں غلطی لگتی ہے ہم نے اب وائرلیس ایجاد کیں جس سے ہمیں پھر غلطی لگتی ہے لیکن ایک اتنے چھوٹے سے کیڑے کو تب سے اس نے دے کر کے بھیجا' ہم نے اب ٹیلی سکوپ ایجاد کیں کہ ہم اسے چھوٹا بڑا کر کے دیکھتے ہیں۔ گدھ اتنی بلندی سے پرواز کر رہا ہوتا ہے جہاں سے اسے پچاس میل کا سرکل نظر آتا ہے اور اس پچاس میل میں وہ آدھے انچ کی چیز کو فوکس کر کے دیکھ سکتا ہے اور جہاں جس چیز پر وہ فوکس کرنا چاہے دوربین کی طرح اسے چھوٹا بڑا کر کے اسے دیکھ لیتا ہے۔ اتنی سی چیز کو اتنا بڑا کر کے دیکھ لیتا ہے۔ آپ نے دیکھا جہاں کسی نے مردا پھینکا فوراً" گدھ آگئے۔ آپ دیکھ لیں آسمان پر ایک بھی نظر نہیں آرہا ہوتا اور پچاس میل کے سرکل میں کوئی نہ کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے' کوئی پرے اسے دیکھ رہا ہوتا ہے اس طرح سے وہ فوراً" جمع ہو جاتے ہیں۔ اب اتنا جو سنجیدہ نظام ہے۔ ایک جوں جو آپ کے بالوں میں ہوتی ہے اسے ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے اس کا بھی اپنا ایک جہاں ہے اس کی ایک عمر ہے ایک Age ہے صحت اور بیماری ہے...... پیدا ہوتی ہے مرتی ہے' بچے دیتی ہے اس کا اپنا ایک پورا نظام ہے۔ ایک مچھر کا اپنا نظام ہے ایک مکھی کا اپنا نظام ہے۔ جب ہمارے لئے مچھر' مکھی نہیں بن سکتا' مکھی' مچھر نہیں بن سکتی تو انسانی زندگی کے ضابطوں کو ہم کیسے

بدل سکتے ہیں جہاں سے ہم ان حدود کو توڑیں گے پریشانی آئے گی۔ ایک عام آدمی سے لیکر قوم اور حکومت کی سطح تک' اپنی حکومت کو دیکھ لیں پچاس سالوں میں پاکستان کی حکومت ہر آنے والے دن میں نئی خرابی سے دوچار ہے۔ پورے پچاس سال کی تاریخ ہے کہ ہر آنے والے دن میں ایک نئی خرابی نے پوری قوم کو گھیرا۔ لیکن ایسی بادشاہ قوم ہے کہ ان کے پاس قرآن موجود ہے' اسلام کا نظام حیات موجود ہے' ان کے پاس نجات کا راستہ موجود ہے اس طرف نہیں جاتے کیوں نہیں جاتے' حکمران فرعون بن چکے ہیں اور اپنی عیاشیاں اور فرعونیت نہیں چھوڑنا چاہتے۔ لیکن ہم کیوں نہیں جاتے۔ سچی بات یہ ہے کہ اپنے اپنے دائرہ اثر میں ہم بھی فرعون ہیں۔ ہم دوسروں کے لئے سب کچھ کہہ گزرتے ہیں لیکن اگر تنہائی میں بیٹھ کر ہم اپنا جائزہ لیں تو چاہتے ہم بھی یہی ہیں کہ وہی ہو جو میں چاہتا ہوں۔ تو یہی تو فرعونیت ہے۔ فرعون ہونے کے لئے کوئی بادشاہت کی ضرورت نہیں ہے۔ فرعونیت یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہشات پہ اڑ جائے کہ جو میں چاہتا ہوں وہی ہو اور یہی اس دنیا میں نہیں ہوتا' وہ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اگر آدمی یہ بات قبول کرلے کہ وہ ہوگا جو اللہ چاہتا ہے اور یہ سمجھ لے کہ یہ ایک نظام ہے' ایک سسٹم ہے اس سسٹم سے جو کوئی باہر نکلے گا اسے تکلیف ہوگی تو پھر نہ اس کا کوئی جادوگر کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ چور اور بدمعاش اس کے قریب آسکتے ہیں اور نہ امریکہ اور روس ہی اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے' اس لئے کہ وہ اس لائن میں آجاتا ہے جو قدرت اور فطرت کی ہے اور جہاں اسے فطرت کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ تو تین باتیں اس آیہ کریمہ میں ہیں کہ تمہارے پاس موسیٰ سے بہت ہی عظمت کا مالک رسول ﷺ ہے۔ تورات سے بہت ہی عظیم کتاب ہے۔ تمہارے پاس تو اللہ کی کتاب سے بصیرت حاصل کرو اللہ کی کتاب سے نگاہ حاصل کرو۔ راستہ اس نگاہ سے دیکھو ھدی اس میں کام کرنے کا طریقہ بھی ہے اس طریقے کو اپناؤ تو تمہیں اللہ کی رحمت ملے گی۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اللہ پر اعتماد پیدا کیجئے اور ذکر قلبی کو بڑے اہتمام سے کیجئے۔ اسے کبھی روٹین ورک مت سمجھئے اور یہ یاد رکھئے یہ ضروری نہیں کہ یہ جمعہ پڑھ رہے ہیں پھر ہمیں جمعہ نصیب ہوگا یا اس وقت کی نماز پڑھ رہے ہیں تو شائد عصر کی بھی نصیب ہو یا آج کا ذکر کر رہے ہیں تو کل پھر ملے گا یا نہیں اس لئے ہر ذکر کو اس خلوص سے کرو جیسے تمہیں بتایا گیا ہو کہ اگلے ذکر کے وقت سے پہلے تم دنیا میں نہیں رہو گے تو کس خلوص سے کرو گے اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ اب جو نفل پڑھنے ہیں پڑھ لو' دعا کرنی ہے کرلو' ذکر کرنا ہے کرلو' اس کے بعد تم نہیں رہو گے۔ وہ کس خلوص سے کرے گا اس خلوص کی ضرورت ہے۔ پھر انشاء العزیز دنیا کی کوئی رکاوٹ ہمارا راستہ نہیں روک سکتی ہم چودہ کروڑ مسلمان چند سو بے دینوں' بدکاروں' بدمعاشوں کے قیدی اس لئے بنے ہوئے ہیں کہ نہ ہم قرآن سے بصیرت حاصل کرتے ہیں نہ قرآن کی ہدایت اپناتے ہیں اور نہ ہی ذکر اللہ کا وہ اہتمام ہے۔ تو خدانخواستہ ہم رحمت الٰہی سے محروم ہیں جو ان بھیڑیوں کے رحم وکرم پر ہیں۔ اور پھر ہم انہی سے امید کرم رکھتے ہیں۔ یہ لوگ جو دوسروں کے حقوق چھین کر اپنی عیش کا سامان کرتے ہیں' دوسروں کا مال چھین کر خود موج میلہ کرتے ہیں' دوسروں کی عزت وآبرو لٹتی ہے اور یہ کہتے ہیں ملک میں امن ہو رہا ہے' ان سے کسی بھلائی کی امید نہ رکھو' اللہ سے وفا کرو' اللہ کے دین سے وفا کرو' اللہ کی رحمت کو پالو تاکہ ان چھوٹی چھوٹی مصیبتوں کے ساتھ یہ بڑا عذاب بھی اس قوم سے' اس ملک سے ٹل جائے اور ہر ایک کو سکون نصیب ہو۔

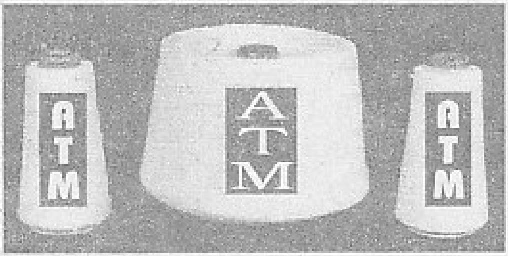

ہوزری شٹل لیس لومز کیلئے
بہترین اور معیاری دھاگہ

اے ٹی ایم برانڈ یارن

خریدنے کیلئے سوتر منڈی میں ہمارے سیلز آفس سے رجوع فرمائیں

16/PC	30/PC
22/PC	36/PC
24/PC	38/PC

دوسری ملز کے دیگر
برانڈ بھی دستیاب ہیں

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار، شریف مارکیٹ سوتر منڈی فیصل آباد فون نمبرز 638955 638956

اختلاف رائے اور اہل جنت

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

ان المتقین فی جنت وعیون ادخلو
هابسلم امنین ○______ ان عذابی
هوالعذاب الالیم○

سورۃ حجر ہے چودہویں پارے کا چوتھا رکوع۔

متقین کے انجام اور آخرت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے بڑے یقین اور پوری قوت کے ساتھ ان المتقین فی جنت وعیون۔ متقین حضرات، اہل تقوی لوگ، اللہ جل شانہ، کی نعمتوں میں، جنت میں، چشموں میں، اللہ کے قرب میں اور خدا کی تیار کردہ بہترین نعمتوں میں ہوں گے اور انہیں فرما دیا جائے ادخلوھابسلم امنین کہ اس میں داخل ہو جاؤ سلامتی اور امن کے ساتھ۔

یعنی جنت میں داخلہ چھوٹی سی چھوٹی تکلیف یا پریشانی کو پیچھے چھوڑ دے گا۔ دخول جنت کے بعد مومن کے لئے کوئی ادنیٰ سا دکھ کوئی ایسا دکھ جو حسی نہ ہو لیکن انسان کے دل میں وہم گذر جائے اس کے ذہن کو متاثر کرے کوئی ایسا دکھ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بیماری کسی قسم کا غم وہاں نہیں ہوگا۔

جو بات اس بات کے سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس داخلے کے ساتھ ہی ونزعنامافی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقبلین ------ بمخرجین○ ونزعنامافی صدورهم من غل ان کے دل میں اگر کوئی کسی قسم کی رنجش بھی ہوگی تو دخول جنت سے پہلے صاف کر دی جائے گی اخوانا علی سرر متقبلین○ اور سارے اہل جنت بھائی بھائی ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کے سامنے گاؤ تکئے کے سہارے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ تقاضائے بشریت جو ہے وہ انبیاء علیہ السلام سے بھی نفی نہیں ہوتا اور وہ خصوصیات جو بشر ہونے کی وجہ سے اولاد آدم علیہ السلام ہونے کی وجہ سے پوری انسانیت میں فطری طور پر اللہ نے پیدا فرما دیں وہ ہر انسان میں ہوتی ہیں۔ انہی میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور نہایت پائے کے لوگوں میں نہایت بلند مراتب لوگوں میں بہت ہی اچھے لوگوں میں اور ایسے لوگوں میں جو متقی بھی ہوں اور جنتی بھی ہوں ان میں بھی ہو سکتا ہے اور یہ دلوں کا یا رائے کا اختلاف دلوں میں رنجش پیدا کر دیتا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف غم وغصے کے جذبات دل میں پیدا کر دیتا ہے اور یہ جذبات برزخ میں میدان حشر میں اور میزان عدل میں اور پل صراط تک بدستور جائیں گے۔ جب دخول جنت کا وقت آئے گا تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں ان کے دلوں سے یہ رنجشیں، یہ کدورتیں مٹا دوں گا۔

تو اس معمولی سی بات پر کہ کسی سے اختلاف رائے ہو اور فوراً اس پر کفر کا فتوی لگا دیا جائے یہ درست نہیں ہے ہاں متقین میں یا جنتیوں میں جو اختلاف رائے ہوتا ہے اس میں بددیانتی شامل نہیں ہوتی بلکہ نہایت دیانت داری اور خلوص کے ساتھ جس رائے کو وہ اقرب الی الثواب سمجھتے ہیں، زیادہ صحیح تر سمجھتے ہیں ان میں کسی قسم کی خود نمائی یا بڑائی یا اپنی بات منوانے کا جذبہ یا کوئی بددیانتی یا کوئی اپنے آپ کو دوسرے پر مسلط کرنے کا جذبہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ ساری باتیں خلاف تقوی ہیں اور یہ بات چل رہی ہے متقین کی، جنتیوں کی۔

لیکن انسان ہوتے ہوئے یہ عین ممکن ہے کہ نہایت خلوص کے ساتھ ایک انسان ایک بات کو ایک نگاہ سے دیکھے دوسرا اسی بات کو دوسری نگاہ سے دیکھے۔ جیسے شہادت سیدنا حضرت عثمان ؓ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، الکریم نے اپنی رائے کے مطابق اپنے انداز کے مطابق سوچا اور حضرت امیر معاویہ ؓ نے اپنے

انداز میں اپنی رائے کے مطابق سوچا نہایت خلوص کے ساتھ اور یہ بنیاد بن گئی یہ واقعہ جو ہے اختلاف آراء کا ایک نئے مکتب فکر یا ایک نئے فرقے کی ایجاد کا تو آپ اس پورے واقعہ میں ایک بات کا اندازہ کر لیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' الکریم کی خلافت کا انکار نہیں کیا اور اس پورے معاملے میں تاریخ میں یہ بات کہیں نظر نہیں آتی کہ انہوں نے اپنے امیر ہونے کا مطالبہ کیا ہو۔ حضرت علیؓ سے انہوں نے کہا ہو کہ آپ خلافت کے اہل نہیں ہیں یا خلافت کا انکار کیا یا کہا کہ آپ خلافت چھوڑ دیں اور مجھے دیں۔ ہاں یہ ضرور کہتے تھے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ' کو قتل کیا جائے تو میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اپنی رائے یا اپنے حالات یا اپنی مجبوریاں تھیں اور ان کی رائے اپنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دیانت اور خلوص کے ساتھ اختلاف رائے تھا تو آخر اتحاد بھی ہو گیا سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار خلافت ان کے سپرد کر کے ان کی بیعت کر لی۔ یعنی اس میں کسی کی ذاتی شان وشوکت کا مسئلہ نہیں تھا کوئی بددیانتی معاذ اللہ نہیں تھی چونکہ سارے صحبت پیغمبر ﷺ سے اپنے دلوں کو منور کئے ہوئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلفائے راشدین میں سے تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتبان وحی میں سے تھے۔ رشتے میں جتنے وہ قریب تھے اتنے یہ قریب تھے یہ زائد رشتہ جو خونی رشتوں سے آگے رشتہ بنا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ حضور ﷺ کے داماد تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ ازواج مطہرات میں شامل تھیں یعنی جو رشتے خاندانی آرہے تھے ان سے بڑھ کر نئے رشتے جو نصیب ہوئے ان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہ تھے اور کم وبیش سوا لاکھ صحابہ میں سے گیارہ سے لیکر اٹھارہ تک بعض سات بھی تعداد بتا دیتے ہیں بعض دس گیارہ لیکن یہ دس گیارہ زیادہ معروف ہیں اور بعض چھ صحابہ ایسے ہیں جنہوں نے کبھی کبھار کتابت وحی کا شرف حاصل کیا ہے تقریباً" اٹھارہ یا بیس کے قریب کاتبان وحی کی تعداد ملتی ہے جن میں دس گیارہ کے قریب زیادہ معروف ہیں اور پھر ان میں سے چھ سات جو ہیں بہت زیادہ لکھنے والے بہت زیادہ کام کرنے والے لوگ ہیں اور پھر کتابت وحی ایک بہت بڑی عظمت ہے امت مرحومہ میں بہت بڑا رتبہ ہے کہ جو بات اللہ کی طرف سے نازل ہو جو بات حضور اکرم ﷺ ارشاد فرمائیں اس وقت کسی شخص کا تقرر اس لکھنے پر ہو جو قیامت تک کی ہدایت ورہنمائی کا سبب ہو بہت بڑی عظمت کی دلیل ہے جو پہلے سات نہایت ہی اہم کاتبان وحی ہیں ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

قرآن حکیم بڑی وضاحت سے یہ بات ارشاد فرمارہا ہے کہ متقی لوگ اور اہل جنت لوگ مقربان الٰہی جو ہیں وہ فرشتے نہیں بن جاتے اگر فرشتے بن جائیں تو مراتب ومقامات جو انسانیت کا حصہ ہیں وہ کیسے نصیب ہوں فرشتہ تو سدرۃ المنتہیٰ پر' فرشتوں کا سردار رک گیا تھا اور انسانیت کے سردار کے مراتب اس سے بہت آگے تھے جہاں آپ اپنے جسد اطہر کے ساتھ تشریف لے گئے فرشتہ نورانی مخلوق ہونے کے باوجود لطیف مخلوق ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے آگے برداشت نہیں رکھتا۔ لیکن خیرالبشر ﷺ جو انسانیت وبشریت کے لئے باعث افتخار' اس سے کہیں آگے اپنے اسی جسد اطہر کے ساتھ جس کی وجہ سے انہیں بشر کہا جاتا ہے اسی کے ساتھ وہاں تک تشریف لے گئے اور روحانی منازل جو ہیں ان کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

تو جو لوگ بہت ہی اعلیٰ منازل کے حامل ہیں صاحب تقویٰ ہیں نیک ہیں ان میں بھی اختلاف رائے کا ہونا ممکن ہے اور جب اختلاف رائے ممکن ہے تو یقیناً" دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف ناراضگی اور رنجش کے اثرات بھی ہوں گے۔ تو کسی کو بھی اختلاف رائے کی بنیاد پر مسلمان ہی نہ سمجھنا یا اس کے خلاف توہین آمیز رویہ اختیار کرنا یا بزرگوں میں اگر اختلاف رائے پیدا ہو جائے تو ان دو میں سے کسی ایک کو بھلا برا کہنا۔ یہ تقاضائے

انسانیت کے خلاف ہے احباب کے ساتھ دوستوں کے ساتھ اگر اختلاف رائے ہو جائے تو نہایت فراخ دلی سے انسان اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے دوسرے کا بھی یہ حق تسلیم کرے کہ جس طرح مجھے ایک رائے قائم کرنے کا حق ہے ویسے ہی دوسرے کا بھی اور جب میں اس کے پیچھے نہیں چلتا کہ میری رائے زیادہ درست ہے تو اسے بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ میرے پیچھے نہ چلے اور اپنی رائے پر قائم رہے۔ جواب دونوں نے اللہ کریم کے ہاں دینا ہے وہاں بات پرکھی جائے گی کہ کتنا خلوص تھا کسی کے سوچنے میں انسانی فیصلے غلط تو ہو سکتے ہیں لیکن اگر ان میں دیانت شامل ہو تو وہ غلطی بھی درجہ رکھتی ہے ثواب کا۔ یہ عجیب بات ہے کہ غلطی پہ ثواب ملتا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی غلطیوں پر بھی ثواب مرتب ہوتا ہے جنہیں متقی کہا گیا ہے' اہل جنت کہا گیا ہے۔

جیسے آپ نے حدیث شریف میں دیکھا ہو گا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر مجتہد خطا کر جائے تو اسے خطا کا بھی ثواب ملتا ہے' جو شخص محنت کرتا ہے مسائل کا استخراج کرتا ہے تلاش کرتا ہے قرآن سے' احادیث مبارکہ سے' سیرت طیبہ سے' مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے کوئی فیصلہ دیتا ہے تو اگر اس کا وہ فیصلہ غلط ہوتا ہے لیکن صداقت پر پہنچنے کے لئے اس کی وہ تلاش جستجو اور خلوص کی وجہ سے اسے غلطی پر بھی ثواب دلاتا ہے اور اگر اس کی بات درست ہوتی ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں اسے دوگنا ثواب ملتا ہے تلاش جستجو کا علیحدہ اور صحیح فیصلہ دینے کا علیحدہ۔

تو اسی طرح احباب کے ساتھ اگر کسی جگہ اختلاف رائے کی گنجائش ہو یہ نہیں کہ جہاں قرآن کا واضح حکم ہو وہاں اختلاف ہو جائے اور جہاں حضور ﷺ کا واضح ارشاد موجود ہو سنت موجود ہو وہاں اختلاف ہو جائے وہاں اختلاف نہیں ہوتا۔ اس سے نیچے آ کر جب انسان کو اپنی رائے سے اپنی سمجھ سے کسی حکم کی تعبیر یا تاویل کرنی پڑتی ہے تو اسے ہر کوئی اپنے انداز میں سمجھتا ہے اور وہاں اختلاف آراء کی گنجائش بھی ہے جب اختلاف رائے ہوتا ہے تو یقینی رنجش پیدا ہوتی ہے۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں یہ متقی لوگ یقیناً" جنت میں داخل ہوں گے اور سلامتی اور امن کے ساتھ رہیں گے۔ حکم دیا جائے گا کہ تم امن اور سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ وہاں کوئی دکھ' کوئی رنج کوئی غم نہیں ہو گا اللہ کریم فرماتے ہیں ونزعنا مافی صدورھم من غل ان کے دلوں میں بتقاضائے بشریت اختلاف آراء اور اختلاف آراء کی بنا پر جو رنجش یا کدورتیں پیدا ہو گئی ہوں گی وہ اسی وقت صاف کر دی جائیں گی۔

یعنی بہت سی باتیں جو اس عالم بشریت کا تقاضا ہیں وہ برزخ میں جا کر ختم ہو جاتی ہیں اور بہت سی باتیں جو برزخ میں رہیں گی جنت میں جا کر ختم ہو جائیں گی مثلاً" یہاں مادی دنیا میں ہم رہتے ہیں ہمارا مادی وجود زندگی کا مدار ہے روح اس کے پیچھے ہے تو پھر یہاں بھوک لگتی ہے' پیاس لگتی ہے' نیند آتی ہے' بیماری آتی ہے درد ہوتا ہے' تکلیف ہوتی ہے' گرمی سردی محسوس ہوتی ہے لیکن جب آدمی برزخ میں جاتا ہے تو حیات کا مدار روح ہوتا ہے بدن پس منظر میں چلا جاتا ہے جس طرح دنیا میں روح پس منظر میں ہے۔ لیکن بدن کے ذرات کا تعلق روح کے ساتھ رہتا ہے زندگی کا مدار روح پر ہوتا ہے اس کی غذا روحانی ہوتی ہے اس کا آرام روحانی ہوتا ہے اس کی گرمی سردی سارا ماحول روحانی ہو جاتا ہے یہ مادی دنیا کی بارشیں گرمیاں سردیاں اس پر اثر نہیں کرتیں اور اتنی تبدیلیاں آتی ہیں برزخ میں لیکن وہ جب جنت میں داخل ہوں گے تو مزید تبدیلیاں آئیں گی۔ یعنی نہ انہیں نیند پریشان کرے گی یعنی نیند بھی جب کریں گے تو لطف لینے کے لئے پریشانی سے مجبور ہو کر نہیں۔ کوئی بیماری نہیں ہو گی کتنی عجیب بات ہے کہ جسم انسانی بھی ہو یہی وجود مادی ہو اس میں کوئی بیماری نہ ہو کوئی دکھ نہیں ہو گا کوئی بھوک تنگ نہیں کرے گی کھائیں گے بھی تو محض لذت لینے کے لئے بھوک تنگ نہیں کرے گی کسی کو کسی قسم کی کوئی ناگوار بو خارج نہیں ہو گی پیشاب و پاخانہ نہیں ہو گا کوئی کسی قسم کا مادہ منہ سے ناک سے جو ناقابل برداشت ہو خارج

نہیں ہو گا کسی طرح کا کوئی گندہ مادہ کوئی گندی بو اور کوئی ایسی چیز وہاں نہیں ہوگی حالانکہ وجود یہی ہو گا۔

تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کھانا بھی اہل جنت کا جو اہل جنت کھائیں گے انہیں نہایت خوشبو دار پسینہ آئے گا اس کھانے کے نتیجہ میں پاخانہ وپیشاب نہیں ہو گا بلکہ نہایت ہی معطر قسم کا پسینہ آئے گا۔ تو یہ کتنی تبدیلیاں ہیں جو اس میں آجائیں گی اسی طرح دنیا میں خصوصیات بشری کی نفی نہیں ہوتی بعض چیزیں برزخ میں بھی نہیں ہوتیں یہ دلی رنجشیں یا ناراضگیاں جو آدمی دنیا سے لے کر جاتا ہے برزخ میں بھی رہیں گی اور جنت میں کوئی جنتی کسی جنتی سے خفا نہیں ہو گا۔ دخول جنت کے ساتھ ان کے دلوں سے یہ بات اٹھا دی جائے گی اخوانا" سب بھائی بھائی ہو جائیں گے علی سرر متقبلین تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے ان کے سامنے لا یمسهم فیها نصب کسی طرح کی کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوگی تھکاوٹ بھی ایک ایذا ہے جس سے آدمی کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے فرمایا وہاں کسی طرح کی بیماری تو بہت دور کی بات ہے تھکاوٹ تک کے اثرات نہیں ہوں گے اور فرمایا وماهم منها بمخرجین اور کبھی بھی دخول جنت کے بعد کسی کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ انہی راحتوں میں رہیں گے نبئی عبادی انی انا الغفور الرحیم۔ اے میرے حبیب میرے بندوں سے فرما دیں اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ کتنی مزے کی بات کہی ہے رب العالمین نے نبئی عبادی اے میرے حبیب میرے بندوں سے کہہ دیجئے انہیں بتا دیجئے آگاہ کر دیجئے انا الغفور الرحیم کہ میں ہی بخشنے والا بھی ہوں اور رحم کرنے والا بھی ہوں کتنی خطائیں ہوں کتنی لغزشیں ہوں کتنی کوتاہیاں ہوں پھر بھی تمہارے لئے میرا اور صرف میرا ہی دروازہ ہے اور میری بخشش اور میری رحمت ناپید اکنار ہے کسی کا کوئی بڑے سے بڑا گناہ اس کے آگے بند نہیں باندھ سکتا۔ تو ہر حال میں میری ہی طرف پلٹو میرے ہی دروازے پہ آجاؤ اور یہ بھی یاد رکھو، اگر تم نے چھوڑ دیا تو ان عذابی هو العذاب الیم تو پھر میری سزائیں جو ہیں وہ شدید تر ہیں لیکن مغفرت جو ہے اس کا ذکر پہلے ارشاد فرمایا اور دعوت دی اسی میں پناہ لینے کی۔ اپنی کوتاہی اور غفلت کے سبب اگر کوئی دامان رحمت اور مغفرت میں پناہ نہ لے سکا تو فرمایا پھر میرے عذاب بڑے سخت ہیں۔

دنیا جاگ اٹھی تو سو گیا

صداقت، عدالت، امانت اور شجاعت مومن کے چار معروف ہتھیار ہیں۔ ان ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر تو جس بھی میدان میں نکلے گا جیتے گا۔ کوئی طاغوتی طاقت ان پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔ انسانیت جب بھی ان خصائل کو اپناتی ہے اسی وقت اللہ کی رحمت برسنے لگتی ہے جب بھی کسی قوم نے دنیا میں ترقی کی ان خصائل ہی کی بدولت کی اور یہ خصائل تیری میراث تھے۔ تو نے ہی دنیا کو ان کا درس دیا۔ دنیا جاگ اٹھی تو سو گیا، ایسی نیند سویا کہ کسی بھی آواز پر نہیں چونکتا۔ اے او سونے والے نوجواں مسلم! تیرے کردار کی داستانیں جنہیں تو بھلا بیٹھا ہے۔ اب تک قوموں کو یاد ہیں۔ تیری جرأت وبیباکی کی کوئی مثال کسی اور تاریخ میں نہیں ملتی، بیدار ہو، سامنے آ، میدان عمل میں اتر، ملت کو تمہاری ضرورت ہے۔

حضور باری تعالیٰ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس مقصد کو لے کر ہم جہاں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں اس کی مناسبت سے اسی موضوع کی بنیادی باتوں سے متعلق چند معروضات عرض کروں گا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کام اپنی اہمیت چاہتا ہے۔ اگر اس کو زندگی کے دوسرے امور میں دوسرا درجہ دیا جائے تو اس کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہوتا ویسے تو بحمد اللہ اس کی طلب میں لگے رہنا بھی اللہ کی رضا کا سبب ہے اور اس راستے پر چل پڑنا بھی اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ جیسے کوئی اللہ کی راہ میں نکل پڑے اور اسے دوسرے قدم پر ہی موت آجائے تو بھی اس کا اجر عنداللہ مقرر ہو جاتا ہے۔ لیکن اجر کا پانا' نجات کا پانا بہت بڑا انعام ہے یہ اور بات ہے اور حضور ﷺ کا پانا یہ دوسری بات ہے۔ اللہ سے بخشش حاصل کر لینا اخروی نجات کو پالینا بہت بڑی کامیابی ہے۔ بلکہ قرآن کریم کا انداز ایسا ہے کہ من زحزح عن النار وادخل الجنتہ فقد فاز جو دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں داخلہ نصیب ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا۔

لیکن جنت کے حصول کے باوجود بھی ایک نعمت' جنت سے بھی بہت بڑی ہے اور جنت بھی اسی نعمت کی وجہ سے جنت ہے۔ وہ ہے حضور باری' دیدار باری' اور اگر یہ نعمت یہ حضوری کسی کو اس زندگی میں حاصل ہو جائے تو اس کی یہ زندگی بھی جنت کی زندگی بن جاتی ہے تو اس راہ پر چلنا' اس کی طلب رکھنا یا اس کا منتہائے نظر جو ہے وہ حضور باری ہے۔ جمال باری ہے اور ایسی حضوری کہ جو ہماری زندگی سے جھلکتی ہو جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے ارشاد ہوتا ہے۔ ترھم رکعا سجدا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ دن رات نماز ہی پڑھتے رہتے تھے اور کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اٹھنا بیٹھنا' سونا جاگنا' لڑائی اور صلح کھیتی باڑی' تجارت' کون سا کام تھا جو وہ نہیں کرتے تھے تو پھر قرآن کی یہ دعوت کہ اے مخاطب تو انہیں جب بھی دیکھے گا' کسی وقت بھی تو وہ رکوع اور سجود میں ہوں گے' یہ کیسے درست ہو گی وہ یوں کہ ان کے امور دنیا بھی اس طرح ہوتے تھے جیسے وہ اللہ کے روبرو انجام دے رہے ہوں۔

اور حضور باری میں کھڑے ہو کر ہی تو کوئی کام کرنا عبادت اور رکوع اور سجود ہوتا ہے۔ یعنی ان کا سونا جاگنا ان کا صلح اور جنگ کرنا ان کا کاروبار اور تجارت کرنا ان کا کسی سے ملنا بچھڑنا یہ سب اس قدر حضوری اور خشوع و خضوع ہوتا تھا جس طرح رکوع اور سجود میں خشوع و خضوع اور حضوری ضروری ہے تو یہ تصوف اور سلوک جو ہے یہ دراصل اس نعمت عظمیٰ کو پانے کی ایک کوشش ہے۔ پھر جتنی کوئی چیز قیمتی ہوتی ہے اتنی اس کی نقلیں زیادہ بنتی ہیں۔ کیونکہ اس کی طلب زیادہ ہوتی ہے ہر چیز پر اس کے مدعا و مدعا علیہ سے ہر شخص واقف نہیں ہوتا۔ تو پھر بے شمار اس کے نام پر جعلی چیزیں بنا کر بیچی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس پیری مریدی کے نام پر بے شمار آپ کو ایسے لوگ نظر آئیں گے جو صرف دعوت دیتے ہوں گے۔ بعض اسی نام پر لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔ آرام اور عیش کرتے ہیں مگر ایسے میں کسی کو کوئی لمحہ حضوری کا نصیب ہو جائے ممکن نہیں لیکن یاد رکھیں پوری زندگی میں ایک تسبیح کسی کو حضوری کے ساتھ نصیب ہو جائے' اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ پوری زندگی میں کوئی شخص ایک دفعہ کہے سبحان اللہ اور سبحان اللہ کہتے وقت اسے ذات باری کا حضور حاصل ہو تو حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس کی نجات کے لئے اس کی ایک تسبیح کافی ہے اور صوفی کا منتہائے نظر یہ ہوتا ہے کہ صرف ایک تسبیح نہیں بلکہ ساری کی ساری زندگی حضور باری میں بسر ہو جائے۔ جس کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں اور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ سب سے مقدم ہے حضور اکرم ﷺ کا اتباع اور اس کے ساتھ ضرورت ہے ایک ایسے شخص کی صحبت جس کا دل خود اللہ کی حضوری سے آشنا ہو اور جسے

دوام حضور حاصل ہو۔ اب یہ دو شرطیں لازم و ملزوم ہیں۔ اور اگر کوئی خلوص دل سے' صمیم قلب سے' اپنی ذات اپنی انانیت اور اپنے لذائذ کو چھوڑ کر صرف اور صرف حضور کی غلامی اختیار کرلے تو اسے ایسا شخص نصیب ہو جاتا ہے جسے دوام حضور حاصل ہو۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔

اور اگر کسی شخص کو ایسے شخص کی صحبت نصیب ہو جائے جسے دوام حضور حاصل ہو تو اسے حضور ﷺ کی غلامی نصیب ہو جاتی ہے یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کسی کو کوئی ایسا شخص میسر نہ آئے اور وہ خلوص قلب سے حضور ﷺ کی غلامی کو اپنالے' اپنے اٹھنے بیٹھنے میں' بول چال میں' اپنے کاروبار میں یہ کوشش کرے کہ میں حضور ﷺ کا ارشاد کردہ طریقہ اپنالوں اور اس پر اپنی حیثیت کے مطابق عمل کروں تو اسے خداوند عالم ایسے شخص کی خدمت میں پہنچا دیتا ہے جسے دوام حضور حاصل ہو۔ اور یہی مفہوم ہے اس آیت کریمہ کا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ کہ جو لوگ میری حضوری کے لئے جاھدوافینا یہاں اللہ کریم نے جاھدوافینا میری ذات میں یعنی میرے حضور میں میری حضوری کو پانے کے لئے اور دوام حضور کو حاصل کرنے کے لئے جو لوگ خلوص قلب سے محنت کرتے ہیں لنھدینھم سبلنا ہم انہیں اپنے راستوں پر لے آتے ہیں۔ وہ راستے کیا ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں دوام حضور حاصل ہو یعنی اگر خلوص سے سنت کو اپنا لیا جائے تو اللہ کریم اس کے بدلے ایسے شخص کی صحبت میں پہنچا دیتے ہیں جسے دوام حضور حاصل ہو اور اگر ایسے شخص سے تمسک کرلیا جائے جسے دوام حضور حاصل ہو تو اتباع سنت نصیب ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں پھر تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ تادم واپسیں کوئی شخص محفوظ و مامون نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اسے شیطانی وساوس نہ آئیں۔ شیطان اس کے ساتھ محنت کرنا چھوڑ دے یا اس سے غلطی کا امکان نہ ہو تو یہ ممکن نہیں۔ بے خبر ہونا اس راہ کا اصول نہیں ہے۔ خواہ کسی منزل پہ ہو' کوئی مراقبات اسے حاصل ہوں' کتنا ہی حضور حاصل ہو۔ چاہئے یہ کہ ہر صوفی اپنے کام پر تنقیدی نظر ڈالتا رہے کہ کہیں اتباع سنت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے اور دوام حضور کی نشانی یہ ہے کہ انسان کو اپنا وجود' اپنی حیثیت' اپنی ذات کی کوئی اہمیت نظر نہیں آتی۔ یہ اثر ہوتا ہے مزاج پر دوام حضور کا کہ جس طرف نگاہ اٹھتی ہے اللہ ہی کی عظمت نظر آتی ہے۔ اگر اپنے وجود میں کوئی کمال نظر آئے تو وہ اپنا نظر نہیں آتا وہ اسی کا عطا کردہ اور اسی کی جلالت کا مظہر اور اسی کی عطا کا مظہر نظر آتا ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سنت خیرالانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معمولی نہ سمجھا جائے جن امور کو میں اور آپ معمولی سمجھ کر نظرانداز کر دیتے ہیں اکثر اوقات وہ معمولی نہیں ہوتے۔ کوئی بھی کام اپنی حیثیت میں کچھ نہیں ہے۔ دراصل اس کی اہمیت اس وجہ سے بنتی ہے کہ اس کام کے پیچھے کس کا حکم ہے۔ کسی بھی سنت کے ساتھ جب حضور اکرم ﷺ کا نام نامی آجاتا ہے تو کوئی بھی سنت معمولی نہیں رہتی۔ سب غیر معمولی بن جاتی ہیں خواہ اس میں صرف لبوں کا کتروانا یا ناخنوں کا اتروانا شامل ہو تو یہ بھی غیر معمولی سنت بن جاتی ہے۔ معمولی نہیں رہتی۔ تو جب تک چھوٹی چھوٹی باتوں پر محنت نہیں کی جائے گی بڑے کام کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی۔

کسی نے ایک کروڑ پتی سے پوچھا تھا آپ روپے کس طرح بچا لیتے ہیں۔ لوگوں کے پاس بھی آمدن کے ذرائع تو ہوتے ہیں۔ ان کے خرچ ہو جاتے ہیں تو آپ روپے کس طرح بچا لیتے ہیں تو اس نے کہا کہ میں روپے کبھی نہیں بچاتا میں تو پیسے بچاتا ہوں۔ ایک ایک پیسے پہ محنت کرتا ہوں روپے تو خود بخود بچتے رہتے ہیں۔ تو جن امور کو ہم آسان' چھوٹا یا معمولی سمجھتے ہیں اگر ان کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو تو ان کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ حتیٰ کہ مستحبات پر مقابلہ کیا جائے نفس اور شیطان کا' تو سنن

اور فرائض خود بخود محفوظ رہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ اپنے دل کو' اپنے دماغ کو اللہ کی طلب کے لئے پاک کر لیا جائے' کوئی اچھا کہے یا برا یہ سب وقتی اور لمحاتی باتیں ہیں اور یہ بیت جائیں گی۔ حقیقت سامنے آجائے گی جو میرے اور آپ کے دل میں ہے' نتیجہ اس پر مرتب ہو گا تو اپنے دل کو اس طرح سے صاف کیا جائے کہ اس میں اللہ کی طلب رہ جائے باقی سب چیزیں اٹھ جائیں۔ کھانا پینا دوستی دشمنی کمانا اور خرچ کرنا ان سب پر اللہ کی طلب کی مہر لگی ہوئی ہو تو ایسا شخص شیخ کامل سے محروم ہی نہیں رہتا۔ خداوند عالم اسے نصیب کرتا ہے اور پھر اتباع سنت بھی ہو اور شیخ کامل بھی نصیب ہو تو یہ اتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اس جہاں میں اس سے بڑی خوش نصیبی اور کوئی نہیں۔ پھر اس کے ساتھ انسان کو دوام ذکر پہ کاربند ہونا چاہئے کہ اس کا ملکہ یہ خود ہے۔

اسے اپنے اوقات پہ اٹھنا' اسے اللہ اللہ کرنا' چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اس کو یاد رکھنا اور نہایت خلوص کے ساتھ اور اپنی پوری محنت کے ساتھ ذکر کو جاری رکھنا یہ ہمارے ذمہ ہے۔ پھر ہم یہاں تک کر سکیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ کھلی آنکھوں یہاں ہی جنت دوزخ' یہاں ہی آخرت' حشرونشر سب نظر آجاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں عیاں ہو جاتی ہیں اور تجلیات باری اور جمال محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اپنی کوششوں میں کمی ہو' اپنے اعمال میں کمی ہو' اپنی نگاہ ہی کمزور ہو' اپنا حوصلہ ہی پست ہو تو آدمی کچھ بھی نہ کر سکے تو پھر بھی ان لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑے۔ کم از کم اس دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور یہ کبھی نہ سمجھو کہ اس راستے پر چلنے والوں کو بہکانے والے' پھسلانے والے یا راستے سے ہٹانے والے ذرائع کبھی کم ہوں گے بلکہ شیطان کی پوری قوتیں ان لوگوں کو گرانے پہ صرف ہوتی ہیں اور کتنے بڑے بڑے جوانمرد لوگوں کو اس نے گرایا۔

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ برکنار

بڑے بڑے صوفیوں کو اس نے دھوکا دیا۔ اس کا دھوکا ایک ہی ہوتا ہے خواہ وہ کتنے ہی مختلف طریقوں سے ہو۔ ہوتا ایک ہی ہے کہ کسی بھی صوفی کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ میں خود بہت بڑا آدمی ہوں۔ خواہ وہ کسی طریقے سے کرے' کتنے حیلے کرے' کہیں سے بات پھیر کر لے آئے۔ اس راہ میں جو چیز ایک دم سے آدمی کو گرا دیتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ کوئی سمجھنے لگ جائے کہ میں خود بہت بڑا آدمی ہوں' میں بڑی ہستی ہوں' جب بات یہاں پہنچتی ہے تو خرابی شروع ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑائی صرف اور صرف اللہ کو سزاوار ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں الکبر ردائی' بڑائی میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ جو یہ چادر چھیننا چاہے گا وہ اپنے آپ کو ضائع کر بیٹھے گا ہر عبادت کی ابتداء اس ایک کے لئے ہے۔ باقی سب میں اور آپ اینٹ اور گارا ہیں۔ کوئی اینٹ بنیادوں میں لگ جاتی ہے کوئی منڈیروں پر' ہوتی دونوں اینٹیں ہی ہیں۔

اللہ کریم جس نفس سے' جس انسان سے' جس فرد سے جو کام لینا چاہے یہ بھی اسی کی عطا ہے۔ اپنا کمال کسی کا نہیں۔ تو اس ر میں سب خطروں کا مجموعہ جو ہے وہ اس ایک بات میں ہے۔ تو یہ چار باتیں عرض کی ہیں میں نے اتباع محمد رسول ﷺ صحبت شیخ کامل اور کبھی بے فکر نہ ہونا اور چوتھی بات اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا۔ خداوند عالم حاضر وغائب تمام احباب کو استقامت علی الدین نصیب فرمائے' شیطان کے شر سے پناہ عطا فرمائے' مجھے اور آپ کو' ہم سب کو ہدایت پہ قائم رکھے اور اس امانت' اس عظیم امانت کو جو اللہ نے ہمارے سپرد کی ہے' آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نا تمام ' بشکریہ "روزنامہ اساس" مورخہ 4-4-98

"کیا اس زندگی کے بعد بھی ایک اور زندگی ہے"

"کیا اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا ہے' جہاں ہمیشہ کی زندگی ہے... لاکھوں' کروڑوں' اربوں' پدموں برس نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ؟ کبھی نہ ختم ہونے والی لامتناہی؟۔

"اگر ایسا ہے اور اصل زندگی وہ ہے جو فنا کے بعد شروع ہو گی تو پھر اس حیات کا قرینہ کیا ہونا چاہیے' جو آدمی اس خاک داں میں گزارتا ہے"

ذہن سوچتا رہا' سوچتا رہا اور الجھتا رہا۔

اوائل فروری کی رات معمول سے زیادہ سرد تھی اور اس ٹھنڈ کا مقابلہ کرنے کے لئے لباس کافی نہ تھا۔ خیال کا سرا جڑتا اور پھر ٹوٹ جاتا۔ گرمی تکلیف پہنچاتی ہے لیکن ٹھنڈ تو نوچتی رہتی ہے' توانائی کو نگلتی رہتی ہے۔

خیال کا دھاگہ' پھر سے استوار ہو گیا۔

زندگی کی ساری تگ و دو کا حاصل کیا ہے؟ جسمانی ضرورتوں کی تکمیل؟ آسائش' قوت اور اقتدار؟ یا اخروی زندگی کی تیاری؟

کتنی ہی دیر تک اس چھوٹے سے تمبو تلے میں اس شخص کا انتظار کرتا رہا' جس کے بارے میں لوگوں نے کہا تھا کہ وہ ان سوالوں کا مطمئن کرنے والا جواب دیتا ہے بخدا رات کے دوسرے پہر' اتنی ٹھنڈ میں' میں ایک سیاسی لیڈر کا دو منٹ بھی انتظار نہ کرتا۔ اس مختصر سے مجمع میں جو دوسرے لوگ تھے' شاید ان کی اکثریت بھی نہ کرتی' سیاستدانوں کے پاس اب ہمارے لئے کیا رکھا ہے۔ وہ تو ایسے معالج ہیں جو خود اپنے درد کا درماں بھی نہیں کر سکتے۔

آخر کار وہ طویل قامت نمودار ہوا۔ کمال اعتماد لیکن کمال سادگی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا ممکن ہے وہ سوال کا شافی جواب نہ دے سکے لیکن دنیا میں ایسے لوگ کم ہیں۔ ایسے لوگ جو اتنی قبولیت اور قوت کے باوجود اتنا انکسار اختیار کر سکیں پھر اس نے کتاب سے چند آیات پڑھیں اور تشریح کا آغاز کیا۔ وہ کتاب کہ پہاڑوں پر اتاری جاتی تو وہ خوف سے لرزنے اور کانپنے لگتے۔

آدمی کو کیا ہو گیا کہ وہ اس کتاب عظیم سے نور نہیں مانگتا اور اپنے دل کا دروازہ نہیں کھولتا اے آدم زاد تجھے کس چیز نے اپنے مہربان رب کے بارے میں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ہوا کے دوش پہ آواز ڈوبتی ابھرتی رہی اور خیالات کے ریلے آتے گزرتے رہے۔ مایوسی اور مسرت' امید اور ملال اور جب وہ گفتگو ختم کر چکا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ اس نے ہر شخص کے لئے ایک چھوٹا سا دیا جلا دیا۔ ہر شخص کے حصے کا دیا اس کے ہاتھ میں تھما دیا ہے اب یہ اس کی قسمت کہ اسے جلائے رکھے یا بے رحم ہوا کے تھپیڑوں میں بجھ جانے دے۔ چراغ سے محرومی بدقسمتی نہیں ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ چراغ سحر سے پہلے بجھ جائے۔ اس دیا جلانے والے آدمی کا نام ملک محمد اکرم اعوان ہے اور لوگ اسے مولانا اکرم اعوان کہتے ہیں۔ پھر ایک شخص سامنے کی نشست پر ڈٹ گیا اس نے اعتراضات اور سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ آپ نے ملاقات کا وعدہ کیا اور پورا نہ کیا۔ آپ خود کو کیا سمجھتے ہیں؟ عالم دین؟ روحانی پیشوا؟ سیاسی لیڈر؟ کیا آپ خود نمائی میں مبتلا نہیں؟۔

ہر مجلس میں شائستگی کا ایک الگ معیار ہوتا ہے اس آدمی کا لہجہ اس معیار کے مطابق نہیں تھا جو ڈاکٹروں' انجینئروں' اساتذہ اور طالب علموں کی مجلس کو زیبا ہوتا۔ وہ اخبار نویسوں کی طرح

بحث کر رہا تھا۔ یہ اسلوب تو پریس کانفرنس میں اختیار کیا جاتا ہے اکسا کر' اعتراض کر کے غصہ دلا کر تضاد کو آشکار کرنا' لیکن اس ناخوش آدمی کے لہجے نے مجھے جگا دیا' جیسے ٹھنڈی ہوا جگاتی ہے اور ذہن بیدار ہو جاتا ہے۔۔۔۔ ذہن بیدار ہو جاتا ہے اور سوال کرتا ہے سوال کرنا ہی لازم ہے۔

برہمی کی لہر نمودار ہوئی اور گزر گئی۔۔۔۔ میں نے خود سے کہا' یہ آدمی تو سب سے زیادہ ضروری کام کر رہا ہے۔ سوال سچائی کی منزل کا راستہ ہے اور زاد راہ بھی۔ کیسا اچھا زاد راہ۔ پندرہ سو سال ایک عرب خطیب نے کہا تھا یہ آدمی کی ڈھال ہے۔

لو میں نے سوچا۔ اس آدمی کے امتحان کا وقت آپہنچا' جو ایک رہنما ہے' عالم دین ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ راہ سلوک کا ایک مسافر ہے۔ وہ مسافر جن کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جو ہمیشہ امتحان میں رہتے ہیں۔ آدمی نہیں کھلتا' برسوں میں نہیں کھلتا لیکن برہمی کی ایک ساعت میں کھل جاتا ہے' جیسے کٹھالی میں سونا بول اٹھتا ہے۔۔۔۔ کھرا یا کھوٹا۔

اور جب اس نے جواب دینا شروع کیا تو دیکھنے والے' غور کرنے والے مبہوت رہ گئے' اشتعال میں تین ہی رویے وقوع پذیر ہوتے ہیں آدمی بجھ جاتا ہے بھڑک اٹھتا ہے یا سلگتا رہتا ہے لیکن وہ استوار تھا' جیسے اس پر اعتراض ہی نہ ہوا ہو' اس پر الزام ہی نہ لگا ہو جیسے سوال اس سے تھا ہی نہیں' کسی اور سے تھا۔

اس کے لہجے میں اطمینان تھا۔ اس کی ذات درمیان میں تھی ہی نہیں مجھے اقبال یاد آئے' سید ابوالاعلیٰؒ یاد آئے' ابو الکلامؒ یاد آئے' شاہ جی' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یاد آئے۔ میرے مالک' ان پر رحم کر اور ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ جنہوں نے چراغ جلائے اور طوفان میں تھامے رکھے اور اے میرے مالک ان پر بھی رحم کر جو سمجھ ہی نہ پائے' جنہوں نے غور نہ کیا اور اعتراض کرتے رہے۔ اس وقت جب نور بٹ رہا تھا' وہ تاریکی میں کھڑے رہے۔ ثابت قدمی سے کھڑے رہے اور اصرار کرتے رہے۔

وہ ہمیشہ درست نہیں تھے۔ ہمیشہ تو وہی سچے تھے' جنہیں قادر مطلق کی رحمت نے چن لیا اور جن پر وحی اترتی تھی۔ لیکن وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے سچائی سے محبت کی اور اس کے لئے عمر بھر کا ایثار کیا۔ راہ سلوک کے اس روشن چراغ سید علی ہجویریؒ کے استاد نے ان سے یہ کہا تھا "یہ دنیا ایک دن کی ہے "اور" ہم نے اس کا روزہ رکھ لیا ہے" ---- اللہ اللہ کیسے لوگ تھے اور کیا مرتبے پا گئے۔ کیسا چراغ تھا' جس سے انہوں نے اپنے دیئے روشن کئے اور زندگی بھر روشن رکھے۔

ملک صاحب سے ملاقات کے لئے میں نے لاہور کا سفر کیا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ ان پر نکہت و نور کا در کیسے کھلا۔ میں نے دیکھا کہ طویل قامت آدمی مطمئن کے چہرے پر نرمی سوا ہو گئی اس نے گزرے ہوئے مہ و سال کی آمادگی کے ساتھ یاد کیا لیکن حکایت دراز نہ کی۔

وہ تہمد پہننے والا ایک دیہاتی آدمی تھا' جس نے اس دہقان کو نظر بھر کے دیکھا اور ملک محمد اکرم اعوان بنا دیا۔ سبحان اللہ' کیسا آدمی ہوگا؟ نہیں کہ یہ محض ایک نظر اور ایک دن کی بات نہ تھی' نصف صدی کا قصہ ہے اور اخبار نویس کے بس میں نہیں یہ دریا کالم کے کوزے میں بند کر دے۔ تاریکی کی حکایت لکھ ڈالنا سہل ہے۔ روشنی کو بیان کرنا بہت مشکل ہے شاید ناممکن ہے۔ جب نور کا دریا بہتا ہو تو آدمی گنگ ہو جاتا ہے۔

مگر ایک بات.... ہر چراغ ابو قاسم علیہ السلام کے چراغ سے جلایا جاتا ہے۔۔۔۔ ﷺ ﷺ

اپنی منزل کی طرف رواں دواں

مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل نے ایمان اور ایمان کی بنیاد پر تعلقات کے لئے ایک شرط عائد فرمادی ہے جب حضور اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو یہ ایک بہت کٹھن کام تھا بہت ہی کٹھن۔ اپنے ماحول کو اپنے عزیز واقارب کو' اپنے گھربار کو' جائیداد کو' مکانوں کو چھوڑ دینا اور بغیر کسی معاوضے اور اجرت کے چھوڑنا اور آئندہ کبھی نہ ملنے کی امید پر چھوڑنا۔ حتیٰ کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور وہ سارے گھر اور جائیدادیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں تو کسی مہاجر کو اس کا کوئی گھر کوئی جائیداد لوٹائی نہیں گئی اس لئے کہ وہ انہوں نے اپنی پسند سے اس طرح چھوڑی تھی کہ ان پر ان کے کوئی مالکانہ حقوق باقی نہ تھے۔

ورنہ تو جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تھا تو صرف اپنی جائیدادیں اپنے مکان نہیں بلکہ اہل مکہ کے مکان بھی چھین سکتے تھے۔ ان کی زمینیں ان کی جائیدادیں ان کی دکانیں ان کی تجارتیں چھین سکتے تھے لیکن کسی مہاجر کو اس کا گھر واپس نہیں کیا گیا اس کی جائیداد واپس نہیں کی گئی اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں بغیر کسی شرط کے چھوڑ دیا۔ اور مہاجرین نے دوران حج یا دوران فتح مکہ قصر نماز ادا کی ہے خود حضور نبی کریم ﷺ نے نماز قصر فرمائی ہے کہ آپ کا وطن مدینہ منورہ تھا مہاجرین کا وطن مدینہ منورہ تھا اور جو کبھی مکہ کے رؤساء ہوا کرتے تھے وہ مکہ میں مسافر تھے۔

سارے صحابہ ہجرت سے پہلے غریب تو نہ تھے سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر اکابر صحابہ کا شمار رؤساء مکہ میں ہوتا تھا آج مکہ فتح کرنے کے باوجود یا مکہ مکرمہ میں حج پر آنے کے موقع پر مسافر تھے اور قصر نمازیں پڑھتے تھے۔

تو اللہ کریم نے یہی شرط رکھی ہے کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے ہجرت کی یعنی ایمان کے مقابلے میں کائنات کی ہر چیز اگر قربان کرنا پڑی تو قربان کر دی ایمان کو نہیں چھوڑا۔ یعنی جب تقابل آگیا کہ ایمان بچتا ہے یا گھربار مال جائیداد بچتی ہے تو انہوں نے گھربار مال جائیداد دولت سب کو چھوڑ دیا ایمان کو نہیں چھوڑا۔ پھر ہجرت پر بس نہیں کردی۔ بڑا کام تھا کہ پشتوں کی جائیداد' کئی پشتوں کے مکان' بنی بنائی حویلیاں یا کئی پشتوں کے تعلقات جو لوگوں کے ساتھ تھے سب کو چھوڑ دیا۔ یہ بہت بڑی قربانی تھی اور اس قربانی پر وہ بس نہیں کر گئے' مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں گئے کہ ہم نے بہت بڑا کارنامہ کیا بلکہ وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اس کے بعد بھی جو قوت دنیا کی انہیں حاصل ہوئی خواہ وہ مال تھا' خواہ وہ مرتبہ ومقام تھا' خواہ ان کی صحت وطاقت تھی' مالی بھی جانی بھی ساری قوت انہوں نے دین حق کے اجراء پر' دین حق کے اثبات پر اور دین حق کی خدمت پر لگادی۔

اور دوسرا گروہ وہ والذین اور نصروا جنہوں نے مدینہ منورہ میں یا مقام ہجرت میں اپنے گھر کو اپنا نہیں سمجھا اپنے مال کو اپنا نہیں سمجھا بلکہ آنے والے مہاجرین کے لئے سینہ کھول کر رکھ دیا حضور نبی رحمت ﷺ نے سب سے پہلا کام جو مدینہ منورہ میں کیا وہ یہ تھا کہ مہاجرین وانصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم فرمایا اور بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا۔ تو انصار نے بھی ایثار میں اور قربانی میں کسر نہیں چھوڑی انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنی جائیدادیں تقسیم کرلیں اپنے مکان بانٹ لئے۔ انہیں حصہ دے دیا جس طرح بھائی کا ہوتا ہے۔ بلکہ ایسے حالات ملتے ہیں ایسی صحیح روایات ملتی ہیں کہ بعض انصار نے جن کے پاس دو دو تین تین بیویاں تھیں اس مہاجر بھائی کو جس کے گھر میں کچھ نہیں تھا' بیوی نہیں تھی اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر اسے کہا کہ میرے اس بھائی سے نکاح کرلو۔

تو اللہ کریم فرماتے ہیں دوسرے وہ جنہوں نے ان مہاجرین

کے لئے دل کھول کر رکھ دیئے اور پوری پوری مدد کی جتنی ان کے بس میں تھی۔ اولٰئک بعضھم اولیاء بعض ایسے لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوا کرتے ہیں ان کی دوستی پر فخر کیا جاتا ہے۔ ان کی دوستی میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور اس درجہ کے طالب ہیں کہ دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ سکتے ہیں اللہ کی طلب اور اللہ کی اطاعت سے دست بردار نہیں ہوتے۔

فرمایا کچھ لوگ ان سے کمتر درجہ کے ہیں وہ ایسے کہ انہوں نے ایمان تو قبول کیا لیکن جب ہجرت کا معاملہ آپڑا تو انہوں نے کہا کہ اتنا بڑا کام یہ تو مشکل ہے یہ ساری بنی بنائی ہر چیز اور تعلقات اور رشتہ داریاں اور خویش واقارب اور اپنے دوست احباب' دکان کاروبار یہ سب کچھ چھوڑ کر کسی نئی جگہ خالی ہاتھ اور تہی دامن جانا یہ بہت مشکل ہے اگرچہ اس میں ثواب ہے' کام نیک ہے لیکن بہت مشکل ہے۔

تو ان رہ جانے والوں میں دو طرح کے لوگ تھے ایک وہ تھے جو عذر شرعی کی وجہ سے رہ گئے۔ کمزور تھے چل نہیں سکتے تھے غریب تھے' کسی کے غلام تھے' انہوں نے ہجرت نہ کرنے دی محلے شہر میں کمزور تھے لوگ نہیں نکلنے دیتے تھے ان پر اعتراض نہیں آیا۔ یہ ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے جو چاہتے تو ہجرت کر سکتے تھے مگر انہیں دنیاوی مجبوریوں نے ہجرت سے روک دیا اگرچہ وہ ایک ہوں' دو ہوں دس ہوں یا بارہ یہ ضروری نہیں کہ ایسے کتنے تھے تو اگر معدودے چند بھی ہوں تو ایک طرح کا اعتراض پیدا تو ہو گیا۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وہ ایمان لائے' خلوص قلب کے ساتھ لائے' صدق دل کے ساتھ لائے لیکن وہ ہجرت نہ کر سکے یعنی ان کا ایمان اتنا مضبوط نہیں تھا کہ وہ انہیں کھینچ کر ان کی دنیاداری سے نکال دیتا۔ مالکم من ولٰیتھم من شیئی حتیٰ یھاجروا۔ اے مسلمانوں جب تک تمہارا ان کے ساتھ کوئی دوستی کا تعلق نہیں ہے جب تک وہ ہجرت نہیں کر لیتے' دیکھو رب کریم نے شرط لگا دی ہے کہ جس کے دل میں میری طلب ہے اس کے لئے پیچھے دیکھنا جائز نہیں۔

کام تو بہت اچھا ہے بہت بڑی نیکی ہے لیکن بھئی ذرہ مشکل ہے۔ دیکھیں دنیاداری بھی ہے' کام بھی ہیں فرصت نہیں ملتی تو فرمایا ان کی طرف مت دیکھو یہ تمہارے دوست نہیں ہیں۔ ہاں اگر وہ بھی یہ قربانی کر سکیں' دنیا کے کام انہیں قرب الٰہی کے حصول میں مانع نہ ہوں تو پھر ان کی بھی وہی قدر و منزلت ہے ان کا بھی وہی مقام ہے وہ بھی تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہیں تمہارے بھائی ہیں دوست ہیں لیکن جب تک وہ کر نہیں گزرتے تم ان کی دوستی میں مت پھنسو۔ ان کا معاملہ میرے ساتھ رہنے دو میں جانوں وہ جانیں میں انہیں عطا کروں' میں بخش دوں ان پر رحم کر دوں میرا کام ہے لیکن اگر تم ان کی طرف دیکھو گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تمہارے حوصلے بھی ڈگمگانے لگے ہیں ان کے ایمان کا انکار نہیں فرمایا قرآن کریم نے۔ کیوں کہ وہ مخلص تھے ایمان لانے میں۔ لیکن بعض بشری کمزوریوں کی وجہ سے یا بعض انسانی جو کمزوریاں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے وہ کچھ ہچکچائے ایثار کرنے میں تو فرمایا جو قدم اٹھتا ہوا لرزے اس کا ساتھ مت دو اس طرف بڑھو جہاں بے لاگ قدم اٹھتے ہوں۔ اور قرب الٰہی کی طرف رواں رہو آگے بڑھنے والوں کا ساتھ دو پیچھے رہ جانے والوں کو مت دیکھو۔

ہاں اگر وہ بھی ہجرت کریں تو پھر وہ تمہارے دوست ہیں تمہارے ساتھی ہیں۔ اب ہجرت جو ہے یہ ایک تو وہ ہجرت تھی جو بلحاظ صورت جب حضور ﷺ نے مکہ کو چھوڑا اور مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو جو لوگ گھر بار یا اپنا دیار چھوڑ کر حضور ﷺ کی معیت کے لئے اور آپ ﷺ کی خدمت کے لئے مدینہ منورہ پہنچے یہ ہجرت کہلائی۔

لیکن ہجرت کبھی معنوی اعتبار سے بند نہیں ہوئی معنوی اعتبار سے ہجرت یہ ہے کہ انسان اپنے پہلے مقام سے جہاں اس کا ایک مزاج بن چکا ہے جہاں اس زندگی کا ایک اسلوب بن چکا ہے وہاں سے رخصت ہو کر اتباع سنت میں اپنا مقام پیدا کرے اور اپنی

پہلی زندگی کو اور اپنے پہلے معمولات کو یا اپنی پہلی عادات کو چھوڑ کر وہاں سے نکلے اور اپنا وقت اتباع رسالت اور اتباع سنت میں لگائے۔ یہ ایسی ہجرت ہے جو ختم ہو گی گناہ سے نیکی کی طرف سستی کاہلی سے محنت و عظمت کی طرف اور محض دنیا داری سے نکل کر دین داری کی طرف یہ ہجرت ختم نہیں ہوتی اب جو شخص اس سمت قدم بڑھاتا ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سمت جو چل رہے ہیں ان کے ساتھ دوستی رکھے۔ اور ان پر نگاہ رکھے اور جو مخلص بھی ہیں لیکن وہ اپنی دنیا داری میں اگرچہ ان کی دنیاداری بھی جائز وحلال ہے اللہ فرماتا ہے تم انہیں میرے لئے چھوڑ دو تم ان کی طرف مت دیکھو۔

ہاں یہ او بات ہے کہ معاملات دنیا میں اگر وہ تمہارے ساتھ تعاون کرتے ہیں حدود شرعی کے اندر تو ان کے ساتھ تعاون کرو' بھول مت جاؤ انہیں' نکال مت دو اپنے احباب سے بلکہ ان کا نام فراموش نہ کر دو لیکن ان کی مدد بھی مشروط ہے کہ جائز شرعی امور میں اگر وہ بھی تمہارے ساتھ تعاون کرتے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ تعاون کرو۔ اپنی منزل اپنا کام چھوڑ کر ان کی طرف مت جاؤ۔ یہاں یہ شرط پھر لگا دی کہ ان کی مدد پہلے لکھی۔

وان استنصروکم فی الدین اگر امور دینی میں وہ تمہارے ساتھ تعاون کرتے ہیں تمہاری مدد کرتے ہیں فعلیکم النصر تو تم پر بھی ان کی مدد کرنا لازم ہے امور دینیہ میں اس شرط کے ساتھ کہ وہ اگر ہجرت نہیں کر سکے اگر اتنی قربانی نہیں کر سکے تو کم از کم تمہارے ساتھ تعاون اور تمہاری مدد تو کرتے ہوں امور دینیہ میں لیکن اگر ایسے بھی نہیں ہیں تو پھر تم ان کے لئے وقت ضائع مت کرو۔

واللہ بما تعملون بصیر جو عمل جو شخص بھی کرتا ہے اللہ کریم اسے دیکھ رہا ہے تو اس میں تصوف وسلوک کا مسئلہ بڑی اچھی طرح حل ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ اللہ کرتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے کہ یہ سلسلہ تصوف برحق ہے اور بہت قیمتی ہے لیکن اس کے باوجود اسے اپنی ضرورتیں اپنے مسائل دنیوی اس کے لئے وقت نہیں نکالنے دیتے تو فرمایا تم اس کی طرف دیکھ کر مت بیٹھ جاؤ کہ فلاں نہیں جا رہا تو میں بھی چند روز لگالوں نہیں' بلکہ جتنی زیادہ محنت ہو سکے اتنی کرو اور ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھو جو واقعی اس راستے پر مہاجر ہو چکے ہیں ان کے ساتھ مت رکھو جو بغیر کسی عذر شرعی کے محض اپنی کاہلی اور سستی کی بنا پر وقت کو ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

آپ دیکھ لیں! حضرت جیؒ نے جو ایک چلے کا پروگرام دیا تھا کہ دوران سال جن احباب میں سے کسی کو ایک دن کسی کو دو دن کسی کو چار دن ملتے ہیں انہیں سال کے شروع میں خبر ہو اور وہ اپنے اوقات میں اس طرح کا نظام بنائیں کہ یہ چالیس دن کی چھٹی نکال لیں اپنے اوقات میں سے اور ان دنوں کے کرنے کے کام وقت سے پہلے کر لیں' کچھ موخر کر کے معاملات نپٹا لیں۔ اس طرح کسی کا چھٹی کا معاملہ ہے تو وہ اس کے آگے پیچھے چھٹی نہ لیں ان دنوں میں لے لیں۔ اس طرح سے تیاری کر کے ایک وقت مسلسل لگا لیں تاکہ محض روایات نہ سنتے رہیں بلکہ ان حالات و واقعات کو پائیں جو اس سلسلے کی اصل ہیں۔ اس کے باوجود بھی ایک شخص سارے سال میں سے دس دن پندرہ دن بیس دن بھی نہیں نکال سکتا تو دوسرے اس کی طرف مت دیکھتے رہیں وہ اس طرف دیکھیں جنہوں نے چلے کا چلہ نکال لیا ہے۔ اب جن لوگوں کو ایک جمعہ یا ایک ہفتے کی صرف ایک رات یا دو راتیں نصیب ہوئیں بغیر کسی مجبوری کے بعض تو وہ لوگ ہیں جو مجبور ہیں کسی ملازمت کی وجہ سے' کسی بیماری کی وجہ سے' کسی عذر شرعی کی وجہ سے کہ وہ وقت نہیں نکال سکے لیکن بعض محض سستی اور تساہلی کی وجہ سے۔ ان کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آئندہ سال کا چلہ انہیں نصیب ہو گا کہ نہیں بہت بڑا عرصہ ہے سال اور اس دنیا میں اس زمین پر بارگاہ رسالت کی حضوری تقسیم ہو رہی ہو' نبی کریم ﷺ سے شرف حضوری تقسیم ہو رہا ہو آپ کو بیعت کی دعوت دی جا رہی ہو اور سب کچھ جاننے کے باوجود جب آدمی کہے کہ میرے پاس فرصت نہیں تو فرمایا وہ اس قابل نہیں کہ

دوستی اس کے ساتھ رکھی جائے یا اس کی طرف مڑ کے دیکھا جائے بلکہ اس کی مدد مشروط ہو جاتی ہے۔ بعض دینی کاموں میں وہ کام آتا ہے تو اس کا خیال رکھو لیکن اگر وہ دینی امور میں بھی کوئی تعاون نہیں کرتا تو فرمایا اس کا معاملہ میرے ساتھ چھوڑ دو تم اپنی منزل پر رواں دواں رہو۔

اور یہ شرط ان لوگوں پر عائد کی جا رہی ہے جنہوں نے مکی زندگی میں ایمان قبول کیا جو اپنے آپ کو ذبح کر دینے کے برابر تھا۔ اگرچہ ہجرت نہ بھی کر سکے تو دنیا بھر کی تکلیفیں ان پر ٹوٹ پڑیں اس کے باوجود اللہ کریم فرماتے ہیں مصلحت اندیش جو ہے یہ محبت میں روا نہیں ہے اور واقعی دونوں جذبے بیک وقت رہ نہیں سکتے یا جذبہ محبت' جنوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے یا مصلحت اپنا زور لگاتی ہے غالب ایک ہی رہتا ہے دونوں بیک وقت موثر نہیں رہتے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں ہمیں تو مجنوں چاہئیں دیوانے چاہئیں جیسا آقائے نامدار محمد ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرو اس طرح سے کرو حتی یقولون انه مجنون کہ لوگ کہہ اٹھیں یہ تو دیوانہ ہے۔ یہ پاگل ہو چکا ہے۔ اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ والذین کفر وابعضهم اولیاء بعض جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ان کی دوستی اپنے ہی درجہ والوں کے ساتھ بجتی ہے اور پھر مہاجرین اور انصار کی صفت ارشاد فرمائی والذین امنو وهاجروا وجاهدوافی سبیل الله جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کئے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی مدد کی یعنی انصار مدینہ۔

اولئک المومنون حقا کھرے اور پکے مومن وہی ہیں مثالی مومن وہی ہیں اولئک هم المومنون حقا پکے سچے اور مثالی ایماندار وہی لوگ ہیں لهم مغفرته و رزق کریم بحیثیت انسان اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اللہ کی بخشش انہی کے لئے ہے اور اللہ کے انعامات ان کے منتظر ہیں اور پھر ہمیشہ والذین امنو امن بعد وهاجروا وجاهدو معکم۔ بعد میں جو ایمان لاتا رہے گا جو ہجرت کرتا رہے گا جو اپنی محنت اللہ کے دین کے احیاء کے لئے مختص کرتا رہے گا۔ فاؤلئک منکم اے مہاجرین و انصار وہ تم ہی میں سے ہے اپنی حیثیت کے مطابق اپنے جذبے کے مطابق وہ تم ہی سے ہے والوالارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله اگرچہ رشتہ داری کے حقوق اللہ کے نزدیک مختلف ہیں لیکن یہ رشتہ ایمان اور رشتہ ہجرت' رشتہ جہاد جو ہے یہ ان سب سے عظیم تر ہے ان الله بکل شئی علیم اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

خصلت

اے میرے نوجوان!

نمائش و آسائش کو ختم کر۔ سادگی دقیانوسی نہیں، مومن کا ملی شعار ہے۔

بندے کی خلقت نہیں خصلت بدلا کرتی ہے۔ خصلت ہی کے باعث بدترین اور خصلت ہی کی بدولت بہترین ہے۔

اے میرے نوجوان!

میدان تیری کسی خصلت کے نمونے کا مدت سے منتظر ہے۔ تو رحمت کا اور رحمت تیری خصلت کی منتظر ہے۔

میدان میں اتر!

کسی خصلت کا عملی نمونہ پیش کر۔ اپنے جوہر دکھلا۔ تیری داستان کا رنگ اترنے لگا ہے۔

the record was not granted. It was also argued that Mr. Iftikhar Rasheed had eleven days to shift to the house allotted to him, if he was inclined to do so, before he claimed to have become unwell. It was further argued that Mr. Iftikhar Rasheed was trying to get extension of one month with the sole purpose of wriggling out of the Court's order by ensuring that I reach the age of superannuation (19.2-1995). The *court allowed him extension upto 13.2.1995. That left Mr. Iftikhar Rasheed with 5 days* to cover. He filed a petition for the review of the court's order of 22.2.1994 which was dismissed in limine on 12.2.1995.

I filed a caveat in the Supreme Court requesting that nothing may be done in this case without hearing me. Inquiry made by me from the Supreme Court Registry at 1:00 p.m. on 13.2.1995 revealed that no petition had filed there until then by Mr. Iftikhar Rasheed. However, he succeeded later that day to obtain stay order from a single judge in chamber, despite the caveat.

Mr. Iftikhar Rasheed also arm-twisted the Ministry of Housing, reportedly through its Minister, into filing a petition for leave to appeal against the High Court orders with the concurrence of the Ministry of Law, even though its Secretary (Mr. Justice Riaz Sheikh) and the Minister had promised me that such an unlawful concurrence would not be given by that Ministry.

The two petitions came up for hearig after I had superannuated. Leave to appeal was granted. Even though I was entitled to retaining government accommodation after' superannuation, my honest efforts to secure decent accommodation for my family finally failed due to the bloated EGO of the police officer. That the petitions were rejected at the final hearing which he and his counsel understandably did not care to attend did not help me. Judicial process had failed in front of the all- pervasive police power. Warnings given to me by friends that it was unwise/ to lock horns with the police and that I was not likely to succeed in obtaining my legal right against the police no matter how hard I tried proved true. God save this country.

of the case being sub judice and did not comply with the prime Minister's orders aslo.

Although the High Court had ordered that the appeal be fixed by the office after the month of November, 1990, it started being heard in November, 1993, despite a request for early hearing filed in july, 1991. It was finally decided on 22.12.1995, after more petitions for early hearing filed by me and ten dates.

In response to the contempt notice issued to him by the lerned High Court, Mr. Iftikhar Rasheed made a deliberate mis-statement that he occupied the house on 14.4.1990 and sent a police contingent to guard his baggage. Apprehending that action might be taken against him by the High Court for having committed its contempt, he agreed to a compromise in the High Court, whereunder the Court ordered allotment of the first available house to Mr. Iftikhar Rasheed so that he could hand over the disputed house to me on or before 29.1.1995.

The Estate Office allotted Mr. Iftikhar Rasheed a house of the same category on 15.1.1995 and allotted the disputed house to me on 16.1.1995. However, the high and mighty police officer had no intention of obeying the Court order based on his own voluntary agreement. He arm-twisted the Ministry of Housing into filing a review petition with the concurrence ' the Ministry of Law given at the Solicitor's level. The review petition filed on 24.1.1995 was rejected in limine on 1.2.1995.

Mr. Iftikhar Rasheed also filed a petition in the High Court on 26.1.1995 on the strength of a certificate issued by a cardiologist of La:ore that he be allowed extension of a month to shift to the house allotted to him. The cardiologist certified that he examined him in Lahore on 26.1.1995 and detected in him "...symptoms of initial onset of angina pectoris..." and advised him one month's rest. A cardiologist of Pakistan Institute of Medical Sciences (PIMS), Islamabad, who saw that certificate, opined that the disease diagnosed by the Lahore cardiologist was in "very vague and unscientific words" and that in such cases "usually patients need medication, not rest as a treatment and particularly there is no need for one month rest: "I and my counsel very forcefully argued that the medical certificate was obviously contrived, because Mr. Iftikhar Rasheed had not visited Lahore on that day as the Establishment Division (Where he was an OSD) which controlled his movements out of Islamabad had recevied no application from him to leave the station and also because of the above comment by the PIMS cardiologist. My request to the learned bench of the High Court (Mr. Justice Muhammad Arif was the senior Judge) to make this comment part of

Not deterred by the aforesaid developments and intoxicated by the heady wine of police power, the I.G. decided to defy the High Court stay order, as also that of the interior Minister for compliance of that order. After the CDA Enquiry Office refused to give him possession of the house, he stormed into it house with armed policemen on 17.4.1990.

The CDA enquiry Office incharge informed his superior officers on 22.4.1990 that the house had been illegally occupied by the use of police force who have surrounded it "...with guns in their hands..." and that they are not even allowing the CDA Chowkidar to enter it. A petition was immediately moved for the institution of proceedings of contempt of court against the I.G. The incident was prominently covered by the muslim in its issue of 18.4.1990. The I.G. had a clarification issued in which he aslo seemed to claim his right to occupy the house on the analogy of divine right of kinship.

On 17.9.1990, when I was abroad on government duty and my counsel was busy in the Supreme Court, the case was heard by the High Court. The Estate Office made a private counsel representing the I.G. to appear on its behalf also. He concealed from the High Court the order of cancellation of the house from the I.G.'s name and got the stay order vacated by the Bench (Mr. Justice Tiwana was the senior Judge). Requests for postponement of the case by my parent Division and my younger brother were not granted by the honourable bench. In fact, Mr. Justice Tiwana threatened my brother with action for contempt of court when he persisted in his request.

While the case in the High Court Lingered on, the Wafaqi Mohtasib received comments of the Ministry of Housing on the case after it deliberately delayed the matter for almost one and a half year. He strongly recommended restoration of the house to me after vehemently finding fault with the action of the Ministry of cancelling the house from my name and allotting it to a non-entitled officer. The Ministry of Housing did not accept or act upon the Mohtasib's recommendation, despite a follow up order.

The Prime Minster, whom I also approached, was pleased to observe on 14-9-1991 that "...injustice has been done in the instant case although findings of the Ombudsman were in (my) favour..." He ordered the Ministry of housing that a report on the action taken in the light of the Ombudsman's decision may be furnished to his Secretariat at the earliest. The Ministry perhaps again hid behind the untenable plea

THE POLICE MAN AND I

by

Hameed Akhtar Niazi

This is a classic case of what the police can do to, not for, innocent, Helpless people in this country. This case also demonstrates how the police can manipulate all public agencies to achieve private goals and succeed even in the face of determined defensive action on the part of those affected.

The story began when a high and mighty police officer, Mr. Iftikhar Rasheed, the new I.G. Police Islamabad, got allotted in his name on 28.2.1990, House No.48-1, F-6/3, Islamabad by the then Housing Minister, Syed Yousuf Raza Gilani, even though the latter was not competent to make the allotment. That he was not entitled to getting accommodation from the Estate Office and that the house stood allotted to me after waiting for 8.5 years did not matter. A Cabinet colleague of Mr. Gilani volunteered to take me to him to request him to undo this injustice, but I decided not to cringe before Mr. Gilani and to seek legal remedy.

I immediately moved the Wafaqi Mohtasib and the Lahore High Court. The high Court dismissed my writ petition on 9.4.1990 on what I considered untenable grounds. I filed an Intra Court Appeal in the same court on 12.4.1990 and got a stay order on 15.4.1990 which was conveyed to all concerned, including the I.G. at about 4.30 p.m. the same day.

Having been made a party in the petition, as required under the Rules, Mr. Gilani backed down and ordered allotment of the house in question to a senior, entitled officer after cancelling it from the I.G's name. The Works Division conveyed these orders to the Estate Office on 15.4.1990. The OSD, Estate Office, Mr. Ghulam Mustafa Kazi, did not comply with those orders, hiding behind the untenable plea that the house was sub judice. There seemed no legal bar against obeying the order of cancelling the I.G.P allotment particularly after the new allottee declined to accept that house. Mr. Kazi later admitted to me that he had been "hijacked" by the I.G.. The house was vacated by its previous occupant in the afternoon of 15.4.1990. He personally signed the Vacation Report and handed the house keys over the CDA [illegible]iry Office.